

مارچ 2011ء

- اولاد کو اچھا ادب سکھانا (باب الحدیث)
- حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کی تعلیمات میں توبہ کا تصور
- فرائض کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا سنت ہے؟
- کہہ بر قول ایمان کنی یا "کنم" خاتمہ
- مجدد دین و ملت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ
- رزق حلال تلاش کرو اور بیکاری سے بچو!
- تربیت اولاد اور ماں کی ذمہ داریاں

جامعہ نظریہ رضویہ

لاہور 042-37665030 شیخوپورہ 056-3786428



آغیسی یازشون اللہ علیک الصلوٰۃ والسلام
 لا ہور
 لا ہور
النظامیہ
 علمی، ادبی، تحقیقی مجلہ

جلد نمبر 11 شماره نمبر 3

مارچ 2011ء

مدیر اعلیٰ
محمد اکرام اللہ
 0300-6212350

زیر سرپرستی
 جانشین مفتی اعظم پاکستان صاحبزادہ
محمد عبدالمصطفیٰ انصاری
 علامہ
 جامعہ نظامیہ رضویہ

مدیر اعلیٰ
 ابوالحسن
محمد طاہر تبسم قادری
 0300-9439464

نائب مشیر
 حافظ نصیر احمد انصاری
 صاحبزادہ
 0300-9415300

معاون مدیر
 ابوالفضیل
محمد رمضان سیالوی
 0321-8429060

رابطہ کے لئے
دفتر مجلہ النظامیہ
 جامعہ نظامیہ رضویہ
 لوہاری گیٹ لاہور
 042-7665030

رکشن فیئر
 صاحبزادہ
غلام مرتضیٰ انصاری
 0300-4270963
 اس دائرے میں سرخ نشان اس بات کی علامت ہے
 کہ آپ کا رسالہ شائع ہو چکا ہے

ممبر شپ فیس
 پاکستان سالانہ بذریعہ ڈاک
 250 روپے
 قیمت فی شمارہ 20 روپے

نوٹ: ادارہ "مجلہ النظامیہ" کا مضمون نگار کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں۔

مقام اشاعت
جامعہ نظامیہ رضویہ
 اندرون لوہاری
 دروازہ لاہور
 042-7657314

حسن ترتیب

صفحہ	عنوان
۳	حمد باری تعالیٰ اقبال عظیم نعت رسول مقبول ﷺ
۴	علامہ اقبال علیہ الرحمۃ باب الحدیث (اولاد کو اچھا ادب سکھانا)
۵	شیخ الحدیث علامہ مفتی محمد صدیق بزاروی حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کی تعلیمات میں توبہ کا تصور
۸	پروفیسر ڈاکٹر محمد اشفاق جلالی فرائض کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا سنت ہے؟
۲۳	مترجم: علامہ قاری عبدالحمید قادری کہہ بر قول ایمان کنی یا "کنم" خاتمہ.....
۲۸	حضرت صاحبزادہ پیر نصیر الدین چشتی کوڑوی رحمۃ اللہ علیہ مجدد دین و ملت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ
۳۲	علامہ مولانا سردار احمد حسن سعیدی رزق حلال تلاش کرو اور بیکاری سے بچو!
۳۸	مولانا عبداللطیف رضوی تربیت اولاد اور ماں کی ذمہ داریاں
۴۳	ڈاکٹر فوزیہ فیاض

☆☆☆.....☆☆☆.....☆☆☆

حمید باری تعالیٰ عزوجل (جناب اقبال عظیم صاحب)

نام میں تیرا عقیدت سے لیے جاتا ہوں
ہر قدم پر تجھے سجدے بھی کئے جاتا ہوں
کوئی دنیا میں میرا منوں و غمخوار نہیں
تیری رحمت کے سہارے جیئے جاتا ہوں
آزمائش کا محل ہو کہ مسرت کا مقام
سجدہ شکر بہر حال کئے جاتا ہوں
زندگی نام ہے اللہ پر مرنے کا
یہ سبق سارے زمانے کو دیئے جاتے ہیں ج
ممبر کرنا ہے تیری شان کریبی کو عزیز
میں یہی سوچ کے آنسو بھی پیئے جاتا ہوں
ہر گھڑی اس کی رضا پیش نظر ہے اقبال
شکر ہے، ایک سلیقے سے جیئے جاتا ہوں

☆☆☆.....☆☆☆.....☆☆☆

نعت مرسل مقبول ﷺ

(علامہ اقبال علیہ الرحمۃ)

لوح بھی تو قلم بھی تو تیرا وجود کتاب!
سکند آگینہ رنگ تیرے محیط بھی حباب!

عالم آب و خاک میں تیرے ظہور سے فروغ
ذرہ ریگ کو دیا تو نے طلوع آفتاب!

شوکتِ سنجر و سلیم تیرے جلال کی نمود
فقرِ جُنید و بایزید تیرا جمال بے نقاب!

شوق تیرا اگر نہ ہو میری نماز کا امام
میرا قیام بھی حجاب میرا سجود بھی حجاب!

تیری نگاہ ناز سے دونوں مراد پا گئے
عقل غیاب و جستجو عشق حضور و اضطراب

☆☆☆.....☆☆☆.....☆☆☆

باب الحدیث

اولاد کو اچھا ادب سکھانا

شیخ الحدیث مفتی محمد صدیق ہزاروی

عن ابن عباس (رضی اللہ عنہما) عن النبی ﷺ قال اكرموا اولادکم
واحسنوا ادبہم (سنن ابن ماجہ)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے وہ رسول اکرم ﷺ سے روایت
کرتے ہیں آپ نے فرمایا اپنی اولاد کا احترام کرو اور ان کی اچھی تربیت کرو۔

اس حدیث مبارک میں اولاد کے حوالے سے ماں باپ بالخصوص باپ کی ذمہ داریوں
کی طرف توجہ دلائی گئی بلکہ امر کا صیغہ استعمال کر کے ان ذمہ داریوں کو لازم و واجب قرار دیا گیا
کیونکہ امر کا صیغہ کسی کام کو واجب کرنے کے لئے آتا ہے یہ اس کی اصل ہے اگرچہ بعض اوقات
کسی قرینہ کی وجہ سے امر کے صیغہ سے محض استنباب یعنی اس کا اچھا ہونا یا اباحت یعنی صرف جواز
بھی ثابت ہوتا ہے۔

یہ ذمہ داری اگرچہ ماں باپ دونوں پر لازم ہے لیکن خاص طور پر اس کا ذمہ دار والد کو قرار دیا
گیا ہے جس طرح دوسری حدیث میں فرمایا:

ما نحل والد ولده من نحل افضل من ادب حسن۔

کوئی والد اپنی اولاد کو اچھی تربیت سے بڑھ کر کوئی عطیہ نہیں دیتا۔

جن دو ذمہ داریوں کا اس حدیث میں حکم دیا گیا ہے ان میں سے ایک اکرام ہے اور دوسری

ذمہ داری حسن تادیب ہے۔

اکرام کا معنی کسی کی عزت و احترام کرنا ہے اگرچہ بڑوں کا احترام و اکرام چھوٹوں پر لازم ہے
لیکن یہاں بڑوں یعنی ماں باپ کو حکم دیا کہ وہ اپنی اولاد کا اکرام کریں اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ
اولاد کو اس انداز میں پکاریں جو ان بچوں میں اکرام و احترام کا جذبہ اور سلیقہ پیدا کریں۔

عام طور پر بچوں کے چھوٹا ہونے کی وجہ سے ان کو معمولی بلکہ بعض اوقات خلاف تہذیب
الفاظ سے پکارا جاتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بچہ جب بڑا ہوتا ہے تو وہ ان ہی الفاظ کو استعمال
کرتا ہے جس سے اس کے کان آشنا ہوتے ہیں حتیٰ کہ وہ بڑوں کا بھی احترام نہیں کرتا۔

اور چونکہ بچہ سیکھنے کی عمر میں ہوتا ہے اس لئے جب اس کے لئے اکرام و احترام کے الفاظ استعمال کئے جائیں تو وہ انہی الفاظ کو آئندہ زندگی میں استعمال کرے گا۔ اور یوں وہ معاشرے کا صالح فرد بنے گا اور جب یہ عمل ہر گھر میں ہوگا تو ایک باادب معاشرہ تشکیل پائے گا۔

والدین کی دوسری اہم ذمہ داری اولاد کی اچھی تربیت ہے جسے حدیث شریف میں حسن ادب کہا گیا ہے چونکہ بچہ چھوٹا ہوتا ہے اور وہ ناقص العقل ہونے کی وجہ سے اچھے برے کی تمیز سے عاری ہوتا ہے اس لئے اس کو اچھے اور برے میں تمیز کرنے کی معرفت اور علم کسی دوسرے کے ذمہ ہوتا ہے اور یہ بات واضح ہے کہ وہ دوسرا شخص جو اس ذمہ داری کو اٹھانے کا پابند ہے وہ اس بچے کے والدین ہیں کیونکہ اس کی ولادت کا رشتہ انہی کے ساتھ قائم ہے اس لئے حسن تربیت بچے کا حق ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتی ہیں آپ نے فرمایا:

حق الولد علی والدہ ان یحسن اسمہ ویحسن مرضعہ ویحسن ادبہ۔
(کنز العمال رقم الحدیث: ۳۵۱۹۱)

ترجمہ: بچے کا اپنے والد پر حق ہے کہ وہ اس کا نام رکھے اس کی رضاعت یعنی دودھ کا اچھا انتظام کرے اور اس کو اچھا ادب سکھائے۔

اسی لئے رسول اکرم ﷺ نے حسن ادب بچے کا حق قرار دیا فرمایا ”حق الولد“ اور یہ بھی بتایا کہ یہ حق کس کے ذمہ ہے فرمایا ”علی والدہ“ اس کا یہ حق اس کے والد کے ذمہ ہے۔

بزرگان دین اور اکابر صوفیاء کرام نے ادب کو بہت زیادہ اہمیت دی ہے حضرت ابوعلی دقاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

العبد یصل بطاعته الی الجنة ویادبہ فی طاعته الی اللہ۔ مسند شعبہ ص: ۳۱۶

ترجمہ: بندہ اپنی عبادت کے ذریعے جنت تک پہنچتا ہے اور عبادت میں ادب کے ذریعے اللہ تعالیٰ تک رسائی حاصل کرتا ہے۔

حضرت ابن مبارک رحمہ اللہ ادب اور علم کے حوالے سے گفتگو کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

نحن الی قليل من الادب احوی منا الی كثير من العلم۔ مسند شعبہ ص: ۳۱۶

ترجمہ: ہم کثیر علم کے مقابلہ میں تھوڑے سے ادب کے زیادہ محتاج ہیں۔

ان کے اس ارشاد گرامی کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص بہت زیادہ علم حاصل کر لیتا ہے لیکن

ادب سے محروم ہے تو وہ نقصان میں ہے اور اگر اس کے پاس تھوڑا سا ادب بھی ہو تو وہ اپنے علم کو مفید بنالیتا ہے۔ کیونکہ جس شخص کو ادب حاصل نہیں وہ اپنے علم کے تقاضوں سے بے خبر ہوتا ہے اولاد کے ماں باپ بالخصوص باپ پر بہت زیادہ حقوق ہیں۔ جن میں سے سب سے پہلا حق اس کے لئے نیک اور پارساماں کی تلاش و انتخاب ہے رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: کسی عورت سے اس کے حسن، مال، خاندان اور حسن سیرت کی بنیاد پر شادی کی جاتی ہے تو تم اچھے کردار کو پیش نظر رکھو۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک شخص نے اپنے بیٹے کی نافرمانی کی شکایت کی آپ نے اسے بلایا تو اس لڑکے نے جواب دیا آپ میرے والد سے پوچھیں اس نے میرے لئے کیسی ماں کا انتخاب کیا میں ایک لوٹری کی اولاد ہوں مقصد یہ ہے کہ اگر بیوی اچھے کردار کی مالک ہوگی تو وہ بچے کی اچھی طرح پرورش کرے گی اس کو دین سے آشنا کرے گی حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کا درس دے گی، اسی طرح بچے کا اچھا نام رکھنا بھی باپ کی ذمہ داری میں شامل ہے۔ اگر بچے کا نام نامناسب ہو جس کی وجہ سے اس کا تمسخر اڑایا جاتا ہو تو یقیناً وہ جذبات کا شکار ہوگا اور نوبت لڑائی جھگڑے تک پہنچے گی رسول اکرم ﷺ کے ارشاد گرامی کے مطابق ہم سب کی ذمہ داری ہے کہ اولاد کی اچھی تربیت کریں تاکہ وہ سن شعور کو پہنچنے کے بعد نہ صرف معاشرے کا ایک صالح فرد بنے خود ماں باپ کا بھی مطیع و فرمانبردار ہو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں رسول اکرم ﷺ کے ارشادات مبارکہ پر عمل کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

☆☆☆.....☆☆☆.....☆☆☆

﴿بقیہ..... کہ بر قول ایمان کنی یا ”کنہ“ خاتمہ﴾

درس نظامی کی تکمیل ہو، فارسی ادب سے میری کچھ شناسائی ہو یا پھر نثر قرأت سے قدرے آشنائی یہ سب اس قادر مطلق کی خصوصی عنایات اور پھر حضرت بابو جیلہ الرحمۃ کی توجہات خصوصاً درمیانہ نوازشات کا نتیجہ ہے، ورنہ میں کیا اور میری بساط کیا

نذیردار کا حصہ ہوں نہ حق بالغ کا..... میں وہ دانہ ہوں جو گر جائے کتب میزاں سے

از ماہنامہ طلوع مہر ۷، ۸، شمارہ جمادی الثانی ۱۴۳۲ھ ستمبر ۲۰۱۰ء

بشکریہ (علامہ محمد شفیع تاج بش قصوری)

حضور غوثِ پاک رضی اللہ عنہ کی تعلیمات میں توبہ کا تصور

پروفیسر ڈاکٹر عمر اشفاق جلالی، فاضل جامعہ نظامیہ، پی ایچ ڈی پنجاب یونیورسٹی لاہور
اصل موضوع پر گفتگو سے قبل ہم توبہ کے متعلق چند ابتدائی مباحث کو بطور اختصار ذکر کرتے ہیں۔

توبہ کا لغوی معنی:

عربی لغت کی رو سے یہ لفظ — "تَابَ يَتُوبُ" کا مصدر ہے، جس میں رجوع اور لوٹنے کے معنی پائے جاتے ہیں۔ اس کا اطلاق ذاتِ باری تعالیٰ پر بھی ہوتا ہے اور بندوں پر بھی۔ اللہ تعالیٰ کی ذات پر اطلاق کے وقت اس کا معنی ہوگا تائب بندے کی طرف مغفرت اور رحمت کے ساتھ متوجہ ہونا اور اس کی توبہ قبول کرتے ہوئے ایک دفعہ پھر اسے اپنی رضا مندی اور خوشنودی کے سائبان تلے لے آنا جیسا کہ "وَهُوَ الَّذِي يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ (التوبہ: ۱۰۵) بندوں کے لئے استعمال کئے جانے کی صورت میں اس کا مفہوم ہوگا انسان کا گناہ کے راستے کو چھوڑ کر رب کی فرمانبرداری اور اطاعت کی طرف پلٹ آنا جیسا کہ آیت کریمہ "تُوبُوا إِلَى اللَّهِ جَمِيعًا" (النور: ۳۱)

میں توبہ کا یہی مفہوم مراد لیا گیا ہے۔ رجوع والا معنی بہر حال دونوں اطلاقات میں موجود ہے

توبہ کا اصطلاحی معنی:

صوفیائے کرام سے بکثرت توبہ کی تعریفات منقول ہیں، لیکن جیسا کہ ہم ابھی دیکھیں گے کہ الفاظ کا اختلاف ہونے کے باوجود ان سب تعریفات کا مآل ایک ہی امر ہے ہم یہاں چند مشہور تعریفات نقل کرتے ہیں۔
(الف) امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

"التَّوْبَةُ فِي الشَّرْعِ تَرْكُ الذَّنْبِ لِقَبْحه وَالنَّدَمُ عَلَى مَا فَرَطَ مِنْهُ وَالْعَزِيمَةُ عَلَى تَرْكِ الْمَعَاوِدَةِ وَتَدَارِكُ مَا امْكَنَهُ مِنَ الْأَعْمَالِ بِإِلَاعَادَةِ -

(مفردات الراغب: ۶۰ دار الفکر، دمشق)

ترجمہ: گناہ کو اس کے قبح کی وجہ سے چھوڑ دینا، اپنی غلطی پر تادم ہونا، دوبارہ وہ غلطی نہ کرنے کا

عزمِ صمیم اور تدارک کے امکان کی صورت میں تدارک کر دینا توبہ کہلاتا ہے۔

اس مختصر تعریف میں امام مذکور نے توبہ کے ارکان کو بھی بیان فرما دیا ہے۔

(ب) امام اہل بن عبد اللہ التستری فرماتے ہیں:

"التَّوْبَةُ تَبْدِيلُ الْحَرَكَاتِ الْمَذْمُومَةِ بِالْحَرَكَاتِ الْمَحْمُودَةِ وَلَا يَتِمُّ ذَلِكَ إِلَّا بِالْخُلُوعِ وَالصَّمْتِ وَاجْتِنَابِ الْحَلَالِ -"

(احیاء علوم الدین: ۳۲ طبع شرکت دارالارقم، بیروت)

ترجمہ: حرکاتِ مذمومہ کا حرکاتِ محمودہ سے بدل جانا توبہ ہے اور اس کی تکمیل تنہائی خاموشی

اختیار کرنے اور اکلِ حلال کے ذریعے ہو سکتی ہے اس تعریف میں ان امور کی نشاندہی بھی

کردی گئی ہے جو توبہ کی طرف رغبت دلانے میں کردار ادا کر سکتے ہیں۔

داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے توبہ کی حقیقت یوں بیان فرمائی ہے:

"وَأَصْلُ تَوْبَةٍ أَنْزَوَاجِرِ حَقِّ تَعَالَى بِأَهْدٍ وَبِإِدْرِيٍّ عَدْلٍ أَزْوَاجٍ غَفْلَتِ وَدِيدِنَ عَيْبِ

حالے چلے بندہ تفکر کند اندر سونے حوال و قبح احوال و افعال خود و از آس خلاص

ہوید حق تعالیٰ اسباب توبہ بروئے سہل گرد اند و وے را از شومی معصیت بر حاند و

تخللات طاعت برساند -"

(کشف المحجوب: ص: ۳۲۹ طبع مرکز تحقیقات قاری ایران پاکستان اسلام آباد)

"حقیقت میں توبہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے روکنے والے وسائل میں سے ایک وسیلہ ہے۔

خوابِ غفلت سے دل کا بیدار رہنا اور اپنے عیوب پر نظر رکھنا ہے، بندہ اپنے برے احوال

اور قبیح افعال کو دیکھتا ہے اور ان سے چھٹکارا پانے کی کوشش کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے

توبہ کے اسباب حاصل کرنے میں آسانی پیدا فرمادیتا ہے اور اسے اس کے گناہ کی غمخسرت

سے نکال کر اپنی محاسن سے روشناس فرمادیتا ہے۔"

امام غزالی نے (احیاء العلوم) میں توبہ کی کچھ تعریضیں نقل فرمانے کے بعد بڑی خوبصورت

بات پر وقراطس کی ہے فرماتے ہیں:

"وَالْأَقْوِيلُ فِي حُدُودِ التَّوْبَةِ لَا تَحْصُرُ وَإِذَا فَهَمْتَ هَذِهِ الْمَعَانِي الثَّلَاثَةَ وَ

تَلَاذَمَهَا وَتَرْتَبِهَا عَرَفْتَ أَنَّ جَمِيعَ مَا قِيلَ فِي حُدُودِهَا قَاصِرٌ عَنِ الْإِحَاطَةِ

بِجَمِيعِ مَعَانِيهَا، وَطَلَبُ الْعِلْمِ بِحَقَائِقِ الْأُمُورِ أَهَمُّ مِنْ طَلَبِ الْأَلْفَافِ

المجردة" (احیاء علوم الدین: ۸/۳)

”توبہ کی تعریف میں بے شمار اقوال ہیں، لیکن ان تین امور (خلوت، خاموشی، اکل حلال) کو سمجھ لینے کے بعد تمہیں معلوم ہو گیا ہوگا کہ یہ تمام تعریفات توبہ کے تمام معانی کا احاطہ کرنے سے قاصر ہیں معاملات کے حقائق تک رسائی حاصل کرنا محض الفاظ میں الجھنے سے زیادہ اہم ہے۔“

توبہ کے انسانی زندگی پر اثرات:

- (۱) انسان کو کمال ایمان اور حسن اسلام کی دولت حاصل ہوتی ہے۔
- (۲) توبہ اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کی رضا کے حصول کا سبب ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں اور پاک رہنے والوں سے محبت فرماتا ہے۔
- (۳) توبہ کی قبولیت بندے کے حق میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کی وسعت کا اظہار ہے۔
- (۴) بندوں کی حق تلفی کی صورت میں جب تک تدارک نہ ہو توبہ کا قبول نہ ہونا بندوں کے حقوق کی اہمیت کو واضح کرتا ہے۔
- (۵) توبہ کی قبولیت تنگی اور پریشان حالی کے ازالہ کا سبب ہے۔
- (۶) گناہ کی مثال سیاحی کی سی ہے اور توبہ اس سیاحی کو دھوکہ دل کے آئینے کو جلا بخشی

ہے۔ (نضرۃ النعم فی مکرم اخلاق الرسول الکریم ﷺ طبع جدہ ۱۳۹۵ھ)

حضرت سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اکابر کی نظر میں:

- (۱) الحافظ ابو بکر محمد بن عبد الغنی البغدادی الحسینی فرماتے ہیں:
- ”الامام العارف، شہنشاہ العراق فی وقته، ومن تضرب الامثال بنور بصیرتہ و صفاء سریرتہ، لہ کرامات مشہورۃ و اخبار مدونۃ مسطورۃ“
- (شیخ عبدالقادر جیلانی، بلد کتور عبدالرزاق کیلانی، طبع الحزب القادریہ لاہور ص ۱۱)
- ترجمہ: امام عارف اپنے زمانے میں شیخ عراق جن کے صفائے باطن اور نور بصیرت کی مثال دی جاتی ہے ان کی کرامات مشہور ہیں اور کتب میں مدون و مسطور ہیں۔
- (۲) شیخ ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

”و اما ائمة الصلۃ المشہورۃ مثل الجنید و اتباعہ و الشیخ عبدالقادر و امثالہ فہو اعظم الناس لزود مالا ممر والنہی فالشیخ عبدالقادر کلامہ کلہ

یعود علی اتباع المامور وترك المحذور والصبر علی المقدور“

(افتاویٰ لابن تیمیہ ج ۸ مکتبہ ابن تیمیہ، قاہرہ)

ترجمہ: مشہور صوفیا مثلاً جنید بغدادی ان کے تابعین، شیخ عبدالقادر وغیرہ یہ لوگ امر و نہی کو لازم پکڑنے میں لوگوں میں سے عظیم تر ہیں شیخ عبدالقادر کی ساری گفتگو اوامر الہیہ کی بجا آوری منہیات سے دامن بچانے اور راضی بقضارہنے کے متعلق ہے۔

(۳) حافظ ذہبی نے آپ کو درج ذیل القاب سے یاد کیا ہے:

”الشیخ الامام العالم الزاهد العارف القدوة شیعۃ الاسلام علم الاولیاء“

(سیر اعلام النبلاء، ۲۰، ۳۹ دارالکتب العلمیہ، بیروت)

یہی امام ذہبی دوسری جگہ آپ کے بارے میں لکھتے ہیں:

”شیخ العصر و قدوة العارفین صاحب المقامات والکرامات انتہی الیہ التقدم فی الوعظ والکام علی الغواطر“

(البحر فی خزین غر ۳۶۳، ۳۶۴ دارالکتب العلمیہ، بیروت)

اپنے وقت کے شیخ، عارفین کے پیش رو، مقامات رفیعہ اور کرامات کے مالک خطابت میں جن کی قیادت مسلم ہے اور دلوں کی باتیں بیان کرنے میں ان کی طرف انتہاء ہے۔

حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تصور توبہ:

حضرت سیدنا غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے تصور کے سلسلے میں ہمارا اہم ترین ماخذ آپ کی تصنیفات عالیہ ہیں، انسائیکلو پیڈیا کے مقالہ نگار نے آپ کی طرف منسوب پندرہ (۱۵) تصنیفات کا ذکر کیا ہے۔ (دائرۃ المعارف (اردو) دائرۃ المعارف، لاہور)

ان میں سے ”الغنیۃ لطالبی طریق الحق“ المعروف غنیۃ الطالبین ”الفتح الربانی“ اور فحوص الغیب“ ہیں جو تینوں آپ کے مواعظ کے مجموعے ہیں توبہ کے متعلق سیر حاصل بحث کی گئی ہے بلکہ غنیۃ الطالبین میں توبہ کے متعلق تمام پہلوؤں کا احاطہ کرنے کی بھرپور کوشش کی گئی ہے لیکن اس سے پہلے ہمیں ایک نظر حضرت سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے احوال زمانہ پر بھی ڈالنا ہوگی کہ جس ماحول میں آپ کی زبان حق ترجمان نے حق گوئی کا فریضہ سرانجام دیا ہے وہ کس نوعیت کا تھا اس سے ہمیں آپ کے تصور توبہ کو سمجھنے میں بھی آسانی ہوگی اور یہ بات بھی کھل کر سامنے آجائے گی کہ سجادگی و مشیخت کا جو مفہوم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت

میں نظر آتا ہے وہ مروجہ خانقاہی رسوم سے کس قدر مختلف ہے۔

غوث اعظم کے زمانہ کے احوال پر ایک طائرانہ نظر:

اگر آپ کے زمانہ کے حالات کو ایک نظر دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ دور بلا مبالغہ امت کے لیے انتہائی کمپری، بد نظمی، طوائف الملوکی اور بے راہ روی کا دور تھا عوام اور حکمران دونوں طبقے بارگاہ الہی سے رخ موڑ کر ہولعب اور دنیا کی طلب میں اندھے ہو چکے تھے اور اسلام کا پودا متنوع آندھیوں کی زد میں تھا۔

مورخ شہیر حضرت شمس بریلوی نے اس دور کا جو نقشہ بیان کیا ہے ہم اس کے چند اقتباسات یہاں ذکر کرتے ہیں۔

(۱) سلطنت عباسی کا چوتھا دور ہے اور انحطاط کے بعد حکومت نے کچھ سنبھال لیا ہے، حجت الاسلام امام غزالی ملک کے انتشار اور اہالیان ملک کی بے راہ روی اور بد اعمالیوں سے بد دل ہو کر درس تدریس کا سلسلہ بند کرے بغداد سے ملک شام کی طرف روانہ ہو چکے ہیں حسن بن صباح کی تلوار کو خون کا چمکا پڑ چکا ہے اکابرین امت بغداد چھوڑ رہے ہیں صباحی اور باطنی عقائد کے خلاف زبان کھولنا موت کو دعوت دینے کے مترادف ہے اندلس میں خانہ جنگیاں ہو رہی ہیں افریقہ میں موجدین اور مرابطین برسر پیکار ہیں مصر پر قرامطہ قابض ہو چکے ہیں صلیبی جنگیں شروع ہو چکی ہیں ایران بہت سی سازشوں کا گڑھ بنا، واقعا۔

(۲) اس وقت ان ممالک میں کیفیت یہ تھی کہ رے، جبل، طبرستان، خوزستان، فارس، دیار بکر اور حرمین شریفین میں برکیاروق کے نام کا خطبہ پڑھا جا رہا تھا آذربائیجان، آران، آرمینیا، اصفہان اور عراق میں سلطان محمد بن ملک شاہ سلجوقی کا، بنجر بن ملک شاہ نے ممالک شرقیہ میں یعنی جرجان سے ماوراء النہر تک اپنے نام کا خطبہ شروع کر دیا تھا فرنگی شام پر اور بیت المقدس پر قبضہ کرنے کے لئے حملہ آور ہو چکے تھے“ (مقدمہ فقیہ الطالین مطبع فرید بک ڈپو دہلی ص: ۱۰)

(۳) ”چھٹی صدی ہجری ایک بہت ہی پر آشوب اور فتنہ صمدی گزری ہے تمام عالم اسلام سیاسی انتشار کی زد میں تھا بڑے بڑے علمی اور فکری بحران آئے اور اچھے اچھوں کے پاؤں اکٹھے گئے۔

بغداد جس کو کبھی عالم اسلام میں مرکزیت کا شرف حاصل تھا اس کی مرکزیت روبہ زوال تھی،

سیاسی انتشار اور اقتدار کی کشمکش نے طوائف الملوکی کی صورت اختیار کر لی اور طوائف الملوکی نے اسلام کی عظیم سلطنت کے حصے بخرے کر دیے تھے بغداد کی مرکزیت ویلیوں، ساسانیوں، سلجوقیوں اور غزنویوں کے درمیان گھر کر ایک جسد بے روح بن گئی تھی۔“

(مقدمہ فقیہ الطالین مطبع فرید بک ڈپو دہلی ص: ۲۲)

حالات زمانہ کا اخلاق پر اثر:

اس سیاسی ابتری اور سیاسی مرکزیت کے پارہ پارہ ہو جانے سے عالم اسلام کے اقتدار کو یہ نقصان پہنچا کہ مسلمان ایک ایسی طاقت نہ رہا جو غیر قوموں کو اپنے کردار اخلاق اور جذبہ جہاد سے مرعوب خوف زدہ اور ان کے عزائم کو متزلزل کر دیا کرتا تھا جو اعلام کلمۃ الحق کے وقت موت سے بے خطر کھیلتا تھا وہی رذائل جو غیر مسلموں کی تباہ کاریوں کا باعث اور ان کی رسوائی کا سبب بنے ہوئے تھے اب مسلمانوں کی شان بن گئے تھے۔

ریا کاری، خود غرضی، مکر و فریب، حرص و طمع، بزدلی، خوشامد، خیانت اور رذالت ان کا شعار بن گئے اقتدار پرستی اور چند افراد کی بالادستی نے نئی نئی سازشوں کو جنم دیا ایسے میں غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ میدان میں آئے اور عوام و خواص کی راہبری اور رہنمائی کا فریضہ خطبات و مواعظ کی صورت میں سرانجام دیا۔

معاشرے کی تطہیر اور تزکیہ قلوب کا وہ سلسلہ جس کی بنیاد حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ رکھ چکے تھے اس کی ایک نئی تاریخ آپ نے رقم کی آپ کے خطبات کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ نے اس سلسلے میں کسی قسم کی مصلحت کی پرواہ نہیں کی بر ملا اور بر موقع گرفت فرمائی اور بلاشبہ احيائے دین کے سلسلے میں بے مثال خدمات سرانجام دیں۔

توبہ کے متعلق حضرت کے ذکر کردہ مباحث کی اجمالی فہرست:

حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعلیمات، مواعظ اور ملفوظات، صلاح احوال، اخلاص، زہد و ورع، تقویٰ و طہارت اور بالخصوص توبہ اور رجوع الی اللہ کی ترغیب پر مشتمل ہیں لیکن ہم یہاں صرف (فقہیہ الطالین) میں موجود توبہ پر حضور غوث اعظم کے مفصل کلام ایک اجمالی فہرست پیش کر رہے ہیں جس سے آپ کے بیان کردہ توبہ کے مندرجات سے قاری کو آگاہی ہو جائے گی اس کے بعد ہم آپ کے تصور توبہ پر مختصر گفتگو کریں گے۔

(۱) توبوا الی اللہ کی تفسیر (۲) توبہ نصوص کی تفسیر (۳) مغائر و کبار کی تفصیل

(۳) توبہ کی فرضیت (۵) انبیائے کرام کی توبہ کے واقعات اور ان سے حاصل ہونے والے اسباق (۶) ترغیب توبہ، اہمیت توبہ پر عقلی و نقلی دلائل (۷) شرائط توبہ (۸) توبہ میں عجلت (۹) اقسام توبہ (۱۰) حقوق العباد کے سلسلے میں توبہ کا طریق کار (۱۱) توبہ کے ثمرات و فوائد (۱۲) بعض گناہوں سے توبہ اور بعض پر دامت کے بارے نقطہ نظر (۱۳) توبہ نصوح کی شناخت (۱۴) توبہ کے بارے میں مشائخ طریقت کے اقوال (۱۵) درجات توبہ۔

(نقیۃ الطالبین، مجلس سوم: ۲۶۷ تا ۲۲۵)

ان میں سے ہر ایک عنوان کے تحت حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی تفصیل سے گفتگو فرمائی ہے اور موعظت کے آداب کا حسین عکس ان خطبات میں نمایاں دکھائی دیتا ہے گفتگو سادہ اور سلیس ہے انداز بیان دل میں اتر جانے والا ہے، مخاطب کو اس کی کوتاہیوں پر خبردار بھی کیا ہے لیکن اسے اپنائیت کا احساس بھی دلایا گیا ہے اس سارے عمل میں اخلاص و ولایت، امت کے زوال پر دلی رنج و الم اور تیسر سیرت و کردار کا انتہائی پر جوش جذبہ کارفرما نظر آتا ہے۔

مؤمنین کے مطابق آپ کی مجالس و عظاری مجالس نہیں ہوتی تھیں بلکہ ہر مجلس میں توبہ نصوح کے عملی نمونے دکھائی دیتے تھے غیر مسلم اسلام کا طوق زیب لگو کرتے نظر آتے بدکار و سیاہ کار افراد ندامت کے پسینے اور شرمندگی کے احساس سے مغلوب ہو کر دوبارہ جاؤ اطاعت پر گامزن ہو جاتے۔

اب ہم مذکورہ عنوانات پر حضرت کی گفتگو کے اقتباسات نقل کرتے ہیں۔

توبہ کے معنی:

اس بات کا یقین رکھنا کہ گناہ اور نافرمانیاں ہلاکت میں ڈالنے والی اللہ اور جنت سے دور کرنے والی ہیں نیز گناہوں کو ترک کرنا اللہ تعالیٰ اور جنت سے قربت کا موجب توبہ ہے گویا اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ خواہشات پرستی نہ کرو اور ہوس کو چھوڑ کر میری طرف لوٹو۔

(نقیۃ الطالبین، مجلس سوم: ۲۶۷ تا ۲۲۵)

توبہ کی فرضیت:

”توبہ ہر شخص کے حق میں فرض عین ہے کیوں کہ کوئی شخص بھی ہاتھ پاؤں کے گناہوں سے خالی نہیں اور اگر کوئی ان اعضاء کے گناہوں سے خالی ہے تو دل ہی سے اس نے گناہ کیا ہوگا اور اگر

یہ بھی نہ ہوگا تو شیطانی وسوسوں سے خالی نہ ہوگا جو اللہ کی یاد سے غافل کر دینے والے ہوں گے اور اگر ایسا بھی نہ ہوگا تو اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کی معرفت حاصل کرنے میں کوتاہی اور غفلت برتنے سے تو کوئی خالی نہیں ہوگا۔ (نقیۃ الطالبین، مجلس سوم: ۲۲۸)

توبہ کی شرائط:

توبہ کی تین شرطیں ہیں:

پہلی شرط احکام الہی کے خلاف اعمال پر شرمندگی و ندامت ہے نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے
(”الندم توبۃ“ سنن ابن ماجہ، کتاب الزہد، ج ۲ ص ۱۳۲، ابن حبان ج ۲ ص ۳۷۷، رقم الحدیث: ۶۱۲)
دوسری شرط یہ ہے کہ ہر آن ہر گھڑی گناہوں سے باز رہا جائے۔

تیسری شرط یہ ہے کہ معاصی اور خطاؤں کا دوبارہ ارتکاب نہ کرے“ (سنن ابن ماجہ، کتاب الزہد، ج ۲ ص ۱۳۲، ابن حبان ج ۲ ص ۳۷۷، رقم الحدیث: ۶۱۲)

صحت توبہ کی علامت:

”توبہ سے جو نتیجہ پیدا ہوتا ہے اس سے جذبہ تدارک پیدا ہوتا ہے اس کا تعلق حال سے بھی ہے اور ماضی سے بھی حال سے تعلق کا تقاضہ یہ ہے کہ ان تمام معاصی کو ترک کر دے جن کا مرتکب ہو رہا ہے اور جن کو کرتا چلا آ رہا ہے اور ماضی سے تعلق یہ کہ زمانہ ماضی میں جتنی کوتاہی ہو گئی ہے اس کو آئندہ پورا کر دے“ (ایضاً ۲۳۶)

تصور توبہ کے سلسلہ میں حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی انفرادیت:

توبہ کے حوالے سے ہمیں غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں جو ایک انفرادیت نظر آتی ہے وہ یہ ہے کہ آپ کے نزدیک محض ندامت اور پشیمانی کے احساس کی بیداری ہی کافی نہیں بلکہ ایک ایک لمحہ گزشتہ کے احتساب کی ضرورت کو تسلیم کیے بغیر توبہ کے صحیح ثمرات تک رسائی ممکن نہیں آپ کے ہاں ہمیں یہ درس ملتا ہے کہ زمانہ غفلت میں جس قدر اوقات نافرمانیوں اور گناہ کی نذر ہوئے ہیں اسی قدر اوقات کو اطاعت میں گزارنا بھی ضروری ہے اس طرح توبہ کے بعد گزرنے والا ایک ایک لمحہ انسان کے دل کو احساس ندامت سے معمور کرتا رہے گا اور اعمال صالحہ کی بجا آوری کا ایک جذبہ بہیم دل میں کارفرما رہے گا مندرجہ ذیل اقتباسات ملاحظہ ہوں:

(الف) اپنے خیال کو اس دن کی طرف منعطف کرے جس دن بالغ ہوا تھا اور اس دن تک

غور کرے جس دن اس نے توبہ کی ہے اور پھر حساب لگائے کہ اس عمر کے کتنے سال کتنے دن کتنی گھنٹیاں اور کتنے سانس گزرے ہیں؟ اور غور کرے کہ اس عرصہ میں اس سے کتنی کوتاہیاں ہوئی ہیں اور کس قدر معاصی کا ارتکاب ہوا ہے؟ طاعات و عبادات میں اس طرح غور کرے کہ اس نے کتنی نمازیں ان کی شرائط و ارکان کے بغیر پڑھی ہیں اور کتنی نمازیں سرے سے پڑھی ہی نہیں کتنی نمازیں بغیر وضو کے ادا کی ہیں اور کتنی ناکارہ وضو کے ساتھ پڑھی ہیں اب ایسا شخص جو سن بلوغت کے دن سے اپنی توبہ کے دن تک تمام فرائض کی قضا کرے تو سب سے پہلے ان تمام فرائض کی ادائیگی میں مصروف ہو جو اس سے قضا ہوئے ہیں اور اس وقت تک قضا ادا کرتا رہے جب تک موجودہ نماز کا وقت نہ آجائے موجودہ نماز کا وقت آجائے پر اس کو ادا کرے پھر قضا پڑھنا شروع کر دے یہاں تک کہ تمام نمازیں ادا ہو جائیں“ (ایضاً ۲۳۶)

(ب) ”ان تمام فرائض و واجبات اور سنن مؤکدہ کی ادائیگی کے بعد گناہوں کے بارے میں غور کرے اور سوچے کہ اول بلوغ سے توبہ کے وقت تک آنکھ کان زبان ہاتھ پاؤں آلات جنسی اور دوسرے تمام اعضاء سے کیا کیا گناہ صادر ہوئے ہیں اس کے بعد تمام دنوں گھنٹیوں پر غور کرے اور اپنے سامنے اپنے گناہوں کی تفصیل کا دفتر لائے (تمام گناہوں کا جائزہ لے) یہاں تک کہ اپنے تمام صغیرہ و کبیرہ گناہوں سے باخبر ہو جائے (سب اس کو یاد آجائیں) گناہوں کی یاد ان لوگوں کے دیکھنے سے بھی آجاتی ہے جو گناہوں کے ساتھی اور شریک تھے ان تمام مقامات اور جگہوں کو یاد کرے جہاں اپنے گمان میں اس نے لوگوں کی نگاہوں سے چھپ کر گناہ کیے اور ان آنکھوں (کے دیکھنے) سے غافل رہا جو نہ سوتی ہے اور نہ پلک جھپکتی ہے اور یعنی کرنا کاتبین جو نامہ اعمال لکھنے والے فرشتے ہیں تم جو کچھ کرتے ہو اور جو کچھ منہ سے نکالتے ہو وہ سب جانتے ہیں وہ ہر حال میں بندہ کے پاس اس کے نگہبان و محافظ ہیں اور بندہ ان عزت والے نگہبان فرشتوں سے غافل ہے حالانکہ وہ آگے پیچھے دائیں بائیں موجود رہتے ہیں اور اللہ کے حکم سے اس کی نگرانی کرتے ہیں اور ہر فعل اور اس کی ہر سانس کا شمار کرتے ہیں بندہ اس خدا سے چھپ کر گناہ کرتا ہے جو ہر راز اور بہت پوشیدہ بات کو جانتا ہے جو دلوں کے رازوں سے آگاہ ہے اور ظاہر و باطن اس سے کچھ پوشیدہ نہیں (یعنی تمام ظاہر و باطن سے باخبر ہے) پس اپنے گناہوں پر غور کرنا چاہیے اگر وہ محض اللہ تعالیٰ (حقوق اللہ) کی نافرمانیاں ہوں اور بندوں کے حقوق سے ان کا کچھ تعلق نہ ہو جیسے زنا، شراب خوری، باجا اور گانا سننا، اور غیر محرم کی طرف دیکھنا، مسجد میں ناپاکی کی حالت میں

بیٹھنا بغیر وضو قرآن پاک چھونا، کوئی برا عقیدہ رکھنا اور ان گناہوں کی توبہ اس طرح ہوگی کہ ندامت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور میں معذرت خواہ ہو اور ان گناہوں کی تعداد کثرت اور مدت کو شمار کر کے بقدر ان کے نیکیاں کرے اور ہر گناہ اور معصیت کا بدل اس کی نوعیت کے اعتبار سے نیکیوں سے کرے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ”نیکیاں بدیوں کو فنا کر دیتی ہیں“ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ ہر حالت میں اللہ سے ڈرو ہر بدی کے عوض نیکی کرو کیوں کہ نیکی بدی کو زائل کر دیتی ہے۔

الغرض ہر بدی کا کفارہ وہی نیکی یا اس سے ملتی جلتی نیکی کے ذریعے سے ہوتا ہے مثلاً شراب نوشی کا کفارہ ہر حلال مشروب کے ذریعے ہو سکتا ہے یعنی وہ مشروب ایسا ہو جو اس کے نزدیک بہت ہی پسندیدہ اور مرغوب ہے گانے بجانے کا کفارہ یہ ہے کہ قرآن کریم احادیث نبویہ ﷺ اور حکایات صالحین کو سنا جائے مسجد میں خالت جنابت میں بیٹھنے کا کفارہ یہ ہے کہ مسجد میں عبادت میں مشغول ہونے کے علاوہ اعتکاف بھی کرے بے وضو قرآن کریم کو چھونے کا کفارہ قرآن کریم کی بہت ہی زیادہ عزت و توقیر اور اسے کثرت سے پڑھنا اور با وضو ہو کر اس کو خوب چھونا اور تعلیمات قرآن سے عبرت حاصل کرنا اس کا اقرار کرے اور اس کے احکام پر عمل کرے نیز یہ کہ قرآن کریم خود لکھ کر اس کو دوسروں کے لیے وقف کرے“ (ایضاً ۲۳۹)

حقوق العباد کی ادائیگی اور توبہ، نصوص کا باہمی ارتباط:

”اللہ نے زنا، شراب، سود وغیرہ کی طرح بندوں کی حق تلفی کی بھی ممانعت فرمائی ہے اللہ تعالیٰ کے احکام کی نافرمانی کا کفارہ تو وہی پشیمانی، ندامت، افسوس اور آئندہ ایسا نہ کرنے کا عہد اور نیکی کرنا ہے لیکن بندوں کے حقوق تلف کرنے کا تدارک اور ان کی تلافی یہ ہے کہ اگر لوگوں کو دکھ دیا ہے تو ان کے ساتھ بھلائی کرے تاکہ ان کا کفارہ ادا ہو جائے گویا زیادتیوں اور حق تلفیوں کا کفارہ لوگوں کے ساتھ نیکیاں کرنا اور ان کے ساتھ دعائے خیر کرنا ہے اگر وہ شخص جس کو ایذا دی تھی فوت ہو چکا ہے تو اس کے لئے رحمت کی دعا مانگے اور اس کی اولاد اور اس کے ورثاء کے ساتھ مہربانی اور حسن سلوک کرے یہی اس کا کفارہ ہے بشرطیکہ وہ اذیت زبان سے پہنچی ہو یا مار پیٹ سے اور اگر اذیت اموال کے غصب کرنے سے پہنچی ہے تو اس کا کفارہ اس طرح ہوگا کہ جو حلال مال اس کے پاس ہے اس کا لوبہ اللہ صدقہ کرے اور اگر اس کو بے آبرو کیا ہے یعنی اس کی غیبت کی ہے چغلی کھائی ہے عیب جوئی کی ہو تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ اگر وہ شخص دیندار اور اہل سنت

ہو تو اس کے دوستوں اور اسے احباب کے سامنے مختلف مجلسوں اور محفلوں میں اس کی تعریف و توصیف کرے اور جو کچھ خوبیاں اس کی معلوم ہوں ان کو بیان کرے“ (ایضاً ۲۳۹)

مالی جرائم سے توبہ کا طریق کار:

”اگر کسی نے کسی انسان کا مال چھینا ہے، یا چوری کی ہے یا کسی کے مال پہ ڈاکا ڈالا ہے امانت میں خیانت کی یا کسی معاملہ میں دھوکہ دیا ہے، خراب مال فروخت کیا ہے یا بیچے جانے والے مال کے عیب کو چھپایا ہے یا مزدور کی اجرت میں کمی کی یا سرے سے اس کی اجرت نہ دی تو ان تمام صورتوں میں حسابی نظر ڈالنا چاہیے اور اس وقت سے اس کا حساب کرے جب سے وہ عاقل اور تمیز دار ہوا تھا اس میں بالغ ہونے کے وقت آغاز کی شرط نہیں ہے بلکہ اس وقت سے شمار کرے جب کہ یہ کسی وصی کی زیر نگرانی تھا اور وصی نے اس کے مال کو اپنے مال کے ساتھ غلط ملط کر دیا تھا اور وصی نے اپنی دینی سستی کے باعث اس کی کوئی پرواہ نہیں کی تھی کیونکہ وصی تو خود حق تلفی کرنے والا تھا اور اس سے مذہب کی خلاف ورزی ہوئی اس لئے وصی کا حرام مال لڑکے کے مال میں مل گیا کچھ تو وصی کی نا انصافی اور بددیانتی اور ظلم کی وجہ سے اور کچھ خود لڑکے کی جانب سے خیانت کے باعث مال میں ملاوٹ ہوئی تو بالغ ہونے کے بعد جب یہ لڑکا تابع ہوا تو اس کو اس معاملہ پر تفتیشی نظر ڈالنا چاہیے اور غیر کا حق اس کو واپس دینا چاہیے اور اپنے مال کو حرام اور شہر رکھنے والے مال سے پاک کرنا چاہیے۔

تعلیمات غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں جواب دہی کا تصور:

ارتکاب جرم سے توبہ کے دن تک ذرہ ذرہ کا دل میں حساب لگانا چاہیے ایسا نہ ہو کہ حساب کے بغیر غفلت کی حالت میں موت آجائے اور اس کے لیے روز حساب آجائے کہ وہ نہ ثواب حاصل کر سکے اور نہ اس کا اعمال نامہ پاک ہوا اور باز پرس کے وقت کوئی جواب قابل پذیرائی نہ ہو تو اس وقت وہ پشیمان ہوگا لیکن پشیمانی سے اس کو کوئی فائدہ نہ پہنچے گارب کی رضا حاصل کرنا چاہے گا مگر عتاب الہی سے محفوظ نہ ہوگا یہ تمام مہلت کا طالب ہوگا مگر مہلت نہ ملے گی شفیق و مہربان خدا کا مگر کوئی شفیق نہ ہوگا یہ تمام نتائج بد اس وقت مرتب ہوں گے جب زندگی میں شرعی حدود سے پار قدم رکھے گا پسندیدہ چیزوں اور لذتوں کے حصول کے لیے اپنے نفس اور شیطان کی پیروی کرے گا اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کی بارگاہ سے منحرف ہوگا دعوت حق کو قبول کرنے سے پیچھے

ہے گا پروردگار کی نافرمانی اور خلاف ورزی کی طرف اس کے قدم تیزی سے بڑھیں گے اس لئے قیامت کے دن اس کا حساب کتاب بہت طویل ہوگا اور اس کی گریہ زاری اور واویلا بہت کچھ ہوگا (بارگناہ سے) اس کی کمر ٹوٹ جائے گی اس کا سر نہ امانت سے جھکا ہوگا بڑی شرمندگی اٹھانا پڑے گی کوئی جھٹ اور دلیل پیش نہیں کی جائے گی دوزخ کے فرشتے اس کو پکڑ کر اس عذاب کی طرف لے جائیں گے جو اس نے خود اپنے لئے پہلے ہی تیار کر لیا ہوگا وہ خود ہی اپنے نفس کو ہلاکت میں ڈالنے اور دوزخ میں داخل کرنے کا موجب اور باعث ہوگا اور قارون، فرعون، ہامان کے برابر درجہ میں دوزخ میں داخل ہوگا اس لئے کہ حقوق العباد کی طرف سے روز حساب چشم پوشی نہیں کی جائے گی اور نہ ان سے درگزر کیا جائے گا۔ (ایضاً ۲۳۲)

توبہ میں تعجیل:

”حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ایسے تاخیر کرنے والے لوگ ہلاک ہو گئے جو کہتے ہیں کہ ہم کچھ دیر بعد توبہ کر لیں گے حضرت ابن عباس آئیہ کریمہ بل یوم الانسان لیفجر أمامہ“ (القیامۃ: ۵) ”بلکہ آدمی چاہتا ہے کہ وہ گناہ کرتا چلا جائے“ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ انسان چاہتا ہے کہ گناہوں کو بڑھاتا رہے اور توبہ میں تاخیر کرتا رہے اور پھر کہے کہ عنقریب توبہ کر لوں گا یہاں تک کہ اسے موت آجاتی ہے اور بدترین حالت میں آتی ہے۔

لقمان حکیم نے اپنے بیٹے سے کہا: پیارے بیٹے! توبہ کو کل پر نہ ڈالنا کیونکہ موت ناگہانی طور پر آجائے گی پس ہر ایک شخص پر واجب ہے کہ صبح و شام توبہ کرتا رہے مجاہد فرماتے ہیں کہ جو شخص صبح و شام توبہ نہ کرے وہ ظالم ہے“ (ایضاً ۲۳۳)

توبہ کے سلسلے میں عالم ربانی اور مرشد کی اہمیت:

”توبہ کرنے والے کو چاہیے کہ علماء اور فقہاء کی صحبت میں زیادہ بیٹھے اور ان سے اپنے دین کے بارے میں استفسار کرے اور راہ خدا میں چلنے کی معرفت حاصل کرے اللہ کی اطاعت میں حسن ادب اور دینی امور میں استقامت ان سے سیکھے علماء اس کو وہ تمام غلط باتیں سکھائیں گے جو طریقت اور سلوک کے لئے ضروری ہیں کیوں کہ ہر ناواقف راہ کے لئے دلیل راہ کی ضرورت ہوتی ہے اور ہادی کی ضرورت ہے کہ وہ ہدایت کرے (ایضاً ۲۳۵)

توبہ کی شناخت:

توبہ کرنے والے کی توبہ کی شناخت چار باتوں سے ہوتی ہے:

اول: زبان کو بیہودہ باتوں، غیبت، جھگڑا، خوری اور جھوٹ سے روک لے۔

دوم: اپنے دل میں کسی طرف سے حسد اور دشمنی نہ رکھے۔

سوم: برے لوگوں سے دور رہے کیوں کہ یہ لوگ برائی کی طرف اسے راغب کریں گے اس طرح توبہ کی پختگی میں فتور ڈالیں گے اور اس کی توبہ ٹوٹ جائے گی ان باتوں کو اپنائے رہے جن سے توبہ میں پختگی آتی ہے اور ان باتوں سے پرہیز کرنے جن سے توبہ میں لچک آتی ہے لہذا امید قوت اور قلبی ارادے کو مضبوط کرے کیونکہ اس طرح اس میں قوت اور ولولہ پیدا ہوگا اور یہ ارادہ توبہ کو برقرار رکھنے کا متحرک ہوگا پس ممنوعات شرعیہ سے دور رہے اور نفس امارہ کو خواہشوں کی تکمیل سے باز رکھے اور اس کو روکے رہے تاکہ وہ دوبارہ گناہ کا ارتکاب نہ کرے۔

چہارم: بندہ (توبہ کرنا والا) خود کو ان کاموں سے الگ رکھے جس کا ذمہ خود حق تعالیٰ نے لیا ہے، مثلاً رزق وغیرہ اور ان کاموں میں اطاعت بندگی میں مصروف ہو جائے جس کی ادائیگی کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے جب تم کسی توبہ کرنے والے میں یہ علامتیں موجود پاؤ تو جان لو کہ وہ ان لوگوں میں سے ہے جن کے بارے میں حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا "ان اللہ یحب التوابین" (البقرہ: ۲۲۲) توبہ کرنے والوں کو اللہ بہت رکھتا ہے۔

اس موضوع کے حوالے حضرت کے ہاں ایک انفرادیت جو ہمیں نظر آتی ہے وہ یہ ہے کہ آپ نے باقی صوفیاء کے برعکس تقویٰ کے مباحث کو توبہ میں درج کیا ہے گویا آپ کے نزدیک توبہ اور تقویٰ میں باہم گہرا ربط ہے اور توبہ نصوح کے حصول اور تقویٰ سے مزین ہونے میں کوئی فرق نہیں تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو غنیۃ الطالبین ص: ۲۴۷۔

جیسا کہ ہم نے پہلے عرض کیا کہ "الفتح الربانی، غنیۃ الطالبین اور فتوح الغیب" میں موجود آپ کے مواظ کا ایک قابل قدر حصہ توبہ کے متعلقات پر مشتمل ہے ایک ایک مجلس میں بار بار توبہ کی ترغیب دلائی گئی ہے اور اس کے فوائد و ثمرات بیان کئے گئے ہیں

الفتح الربانی کی انیسویں محفل اس وقت ہمارے پیش نظر ہے۔

۱۱ شعبان ۱۴۲۵ھ بروز جمعہ مدرسہ معمرہ میں منعقدہ ہونے والی اس مجلس میں آپ نے فرمایا:

"اسلموا و توبوا و اخلصوا فی التوبۃ حتی یبرأ ایمانکم و یتزعر ع ایقانکم

و ینشر توحیدکم فتصعد فروعه الی العرش"

(الفتح الربانی مترجم مع عربی طبع مدینہ پیشنگ کمپنی کراچی: ۲۰۰۷ء)

ترجمہ: سچے مسلمان بنو اور توبہ کرو اور توبہ میں خلوص نیت پیدا کرو تاکہ تمہارا ایمان سترست

اور تمہارا ایمان قوی ہو جائے اور تمہاری توحید کو نشو و نما حاصل ہو یہاں تک کہ اس کی شاخیں

عرش تک جا پہنچیں

اس اقتباس میں توبہ کا ایک ثمر یہ بھی بیان کیا ہے کہ اس سے عقیدہ توحید کی نشو و نما اور پختگی کا

سامان فراہم ہوتا ہے، اس سے ایک مسلمان کے دل و دماغ میں توبہ کی اہمیت راسخ ہو جاتی ہے

اور توبہ کے ہمہ گیر اثرات اس کے قلب و نظر میں بیدار ہو جاتے ہیں۔

اسی مجلس میں تھوڑا آگے چل کر فرماتے ہیں:

"تب الی اللہ عزوجل ولا تعمل حسنات غیرہ ولا للدنیا ولا للآخرۃ کن

ممن یرید وجہہ اعط الربوبیۃ حقہا لا تعمل للحمد و الثناء"

(ایضاً: ۲۰۹)

"اللہ سے توبہ کر، کوئی نیکی بھی اس کے سوا کسی اور کے لئے مت کر نہ دنیا کے لئے اور نہ

آخرت کے لئے اس گروہ میں سے بن جو اسی کی ذات کے طالب ہیں ربوبیت کا حق ادا کر

کوئی بھی کام حمد و ثناء کے لیے نہ کر۔"

اسی مجلس میں پھر فرمایا:

"ارجع الی اللہ عزوجل بتجدید الاسلام و حسن التوبۃ والاخلاص فیہا

قبل ان یجئ الموت فیغلق الباب فی وجہک فلا تقد علی الدخول الی

باب التوبۃ ارجع الیہ بالقدم قلبک حتی لا یغلق فی وجہک باب قلبہ"

(ایضاً: ۳۱۰)

ترجمہ: موت سے پہلے از سر نو مسلمان بن کر اور اچھی اور مخلصانہ توبہ کر کے حق تعالیٰ کی طرف

رجوع کر (موت آنے کی تو) تجھ پر دروازہ بند کر دیا جائے گا کہ پھر توبہ کے دروازے میں

داخل نہ ہو سکے گا اپنے دل کے پاؤں سے اس کی طرف رجوع کرنا کہ اس کے فضل کا دروازہ

تجھ پر بند نہ ہو جائے۔

کچھ آگے جا کر فرماتے ہیں:

تب توبة في اثر توبة من اعمالك و ندامة في اثر ندامة من تهرتك
وسوء ادبك و اكثر البكاء على ما كان منك (ايضاً: ۲۱۱)
”اپنے اعمال پر بار بار توبہ کر، بار بار اپنی جرأت اور سوء ادبی پر تادم ہو اور اپنے اعمال پر
کثرت سے گریہ زاری کر“
بعد ازاں فرمایا:

”اشتغل بالتوبة من ذنوبك و وقاحتك على ربك و تهرتك عليه
(ایضاً: ۲۱۵)

”اپنے گناہوں اور حق تعالیٰ کے حضور بے شرمی اور بے باکی سے توبہ کرنے میں مشغول ہو“
یہ ترغیب کا کتنا حسین انداز ہے احساسِ زباں کی بیداری کا کتنا دلکش طریقہ ہے اسی مجلس میں
فرمایا:

يا مسكين ابك على نفسك يموت ولدك تقوم القيامة عليك و يموت
دينك ولا تبالي ولا تبكي عليه (ايضاً: ۲۱۶)
ترجمہ: اے مسکین! اپنے آپ پر روتا ہوا بچہ مر جائے تو تجھ پر قیامت گزر جاتی ہے اور تیرا دین
موتا ہے تو تجھ کو کچھ پرواہ نہیں ہوتی اور نہ ہی اس پر تورا ہے۔

اللہ تعالیٰ مسلم امہ بالخصوص اربابِ بست و کشاد کو رجوع الی اللہ کی توفیق عطا فرمائے اور سیدنا
غوثِ اعظم کی لازوال تعلیمات کے فروغ اور ان سے مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

☆☆☆.....☆☆☆.....☆☆☆

(توجہ فرمائیں)

مضامین نگار اپنے اپنے مضامین ہر ماہ کی پندرہ تاریخ تک دفترِ مجلہ النظامیہ کے پتہ پر ارسال فرما دیا کریں تاکہ
مضمون بروقت شائع کیا جاسکے۔ شکریہ
آپ اپنے مضامین درج ذیل ای میل اڈریس پر بھی بھیج سکتے ہیں۔ بذریعہ ایل میل مضمون بھیجنے والے حضرات
اپنے مضامین صحیح کر کے ارسال کریں۔ شکریہ

m_ikram_butt@yahoo.com

منجانب: دفتر مجلہ النظامیہ جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری گیٹ لاہور

فرائض کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا سنت ہے؟

از امام محمد بن عبد الرحمن سلیمان رحمۃ اللہ علیہ / مترجم: علامہ قاری عبد الحمید قادری

فرض نماز کے بعد دعا کے لئے ہاتھ اٹھانا سنت ہے:

علامہ محمد بن عبد الرحمن بن سلیمان الزبیدی العیانی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ کیا فرض نماز
کے بعد دعا کے لئے ہاتھ اٹھانا سنت ہے اور کیا اس پر خاص یا عام دلیل قائم کرنے کے لئے احادیث
مبارکہ وارد ہوئی ہیں۔

تو آپ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو نیکی کی توفیق عطا فرمائے کسی بھی دعا
کے لئے اور کسی بھی وقت کی جانے والی دعا خواہ وہ پانچ فرض نمازوں کے بعد ہو یا اس کے علاوہ
کے لئے ہاتھ اٹھانے پر خاص اور عام دونوں قسم کی احادیث دلالت کرتی ہیں۔

جہاں تک عام احادیث کا تعلق ہے تو ان کو امام اترمذی نے روایت کیا ہے اور ان کو احسن
قراردیا ہے امام ابن ماجہ، ابن حبان اور حاکم نیشاپوری نے انہیں روایت کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ
احادیث شیخین (امام بخاری و امام مسلم) کے شرائط پر پوری اترتی ہیں ان میں ایک حدیث کے
راوی حضرت سلمان قاری ہیں۔

قال رسول الله ﷺ ان الله حبي كريم يستحي اذا رفع الرجل اليه يديه
ان يردهما صفر آخائين۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا یقیناً اللہ تعالیٰ زندہ مہربان ہے اور سخی ہے وہ اس بات سے
اپنی شان الوہیت کے مطابق حیا فرماتا ہے کہ کوئی بندہ اس کی طرف ہاتھ اٹھائے اور وہ انہیں
خالی اور نامراد لٹا دے۔

دوسری حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ اور اس کو بھی امام حاکم نیشاپوری
نے روایت کیا اور کہا ہے کہ اس حدیث کی تمام اسناد صحیح ہیں۔

قال رسول الله ﷺ ان الله رحيم كريم يستحي من عبده ان يرفع اليه
يديه ثم لا يضع فيهما خيرا۔

اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا یقیناً اللہ تعالیٰ رحیم، کریم ہے وہ اپنی شان ربوبیت
کے مطابق اس بات سے حیا فرماتا ہے کہ اس کا کوئی بندہ اس کی بارگاہ میں ہاتھوں کو بلند

کرے اور وہ اس کو خیرات عطا نہ کرے۔

تیسری حدیث حضرت مالک بن یسار رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جسے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو داؤد نے روایت کیا ہے۔

قال رسول اللہ ﷺ اذا سألتم اللہ فاسئلوا ببطون الکفکم ولا تسئلوا بظہورہا۔

اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا جب تم اللہ تعالیٰ سے مانگو تو ہاتھوں کو دعا کے انداز میں سیدھا پھیلا کر مانگو اس طرح نہ مانگو کہ ہاتھوں کی پشت اس کی طرف ہو۔

اسی طرح کی حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے اور اس میں ان الفاظ کا اضافہ ہے فاذا فرغتم فامسحوا بها وجوہکم (جب تم دعا سے فارغ ہو جاؤ تو اپنے ہاتھ چہروں پر پھیر لو۔)

چوتھی حدیث حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جسے امام ترمذی نے روایت کیا ہے۔

قال کان رسول اللہ ﷺ اذا رفع یدہ فی الدعاء لم یحطہما حتی یمس بہما وجہہ۔

حضور ﷺ جب دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتے تو انہیں اس وقت تک نیچے نہ چھوڑتے جب تک انہیں اپنے چہرہ اقدس پر پھیر نہ لیتے۔

بخاری شریف کی شہرہ آفاق شرح فتح الباری کے کتاب الدعویۃ فی باب رفع المذین فی الدعاء میں حافظ ابن حجر عسقلانی رقم طراز ہیں کہ دعا کے لئے ہاتھ اٹھانے کے جواز کے بارے میں بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں۔ جن کو امام ابو داؤد اور امام ترمذی نے روایت کیا ہے انہوں نے ان کو حسن قرار دیا ہے۔

بہر حال جہاں تک خاص احادیث کا تعلق ہے ان کو حافظ ابو بکر بن اسحاق المعروف ”ابن السنی“ نے اپنی کتاب ”عمل الیوم واللیلۃ“ میں روایت کیا ہے۔

۱۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

ما من عبد یبسط کفہ فی دبر کل صلوۃ یقول اللہم الہی والہ ابراہیم واسحق و یعقوب والہ جبرائیل و میکائیل و اسرافیل اسئلک ان

تستجیب دعوتی فانی مضطر و تعصیمنی فی دینی فانی مبتلی و تنالنی برحمتک فانی مذنب و تنفی عنی الفقر فانی متمسک الا کان حقاً علی اللہ ان لا یرد یدہ خائبین۔

کوئی آدمی جب ہر نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر یہ دعا کہتا ہے۔ اے اللہ تو میرا معبود ہے اور حضرت ابراہیم، اسحاق، یعقوب علیہم السلام کا تو معبود ہے اور تو جبرائیل، میکائیل اور اسرافیل علیہم السلام کا بھی معبود ہے میں تجھ سے سوال کرتا ہوں تو میری دعا کو قبول فرما۔

میں پریشان حال ہوں اور تو دینی معاملات میں میری حفاظت فرما یقیناً میں مگر قاصد مصائب ہوں تو میری اور مجھے اپنی رحمت کی چادر سے ڈھانپ لے بے شک میں گنہگار ہوں اور مجھے فقر سے نجات عطا فرما بلاشبہ میں مسکین ہوں تو اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پر ہے کہ وہ اس کے ہاتھوں کو خالی نہ لٹائے۔

(۲)۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے جس کو امام ابن ابی حاتم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔

ان رسول اللہ ﷺ رفع یدہ بعد ما سلم وهو مستقبل القبۃ فقال اللہم خلص الولید بن الولید و عیاش بن ربیعۃ بن ہشام ، وضعفۃ المسلمین ،

الذین لا یستطیعون حمۃ ولا یہتدون سبیلہا من ایدی الکفر۔

کہ رسول خدا ﷺ نے سلام پھیرنے کے بعد ہاتھ اٹھائے جبکہ آپ ﷺ کا رخ مبارک قبلہ کی طرف تھا اور فرمایا..... اے اللہ تو ولید بن ولید، عیاش بن ربیعہ، سلمہ بن ہشام اور کمزور مسلمانوں کو جو نہ تو تدبیر کر سکتے ہیں اور نہ ہی انہیں راستے کا پتہ ہے کفار کے دست

ظلم سے نجات عطا فرما۔ (ابن کثیر جلد نمبر ۸ ص ۸۲۳)

(۳)۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے جسے ابن جریر نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

ان رسول اللہ ﷺ کان یدعو فی دبر صلوۃ الظهر اللہم خلص الولید ، وسلمۃ بن ہشام ، و عیاش بن ربیعۃ ، وضعفۃ المسلمین من ایدی

المشرکین ، الذین لا یستطیعون حمۃ ولا یہتدون سبیلہا۔

اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ ظہر کی نماز کے بعد دعا فرمایا کرتے تھے اے اللہ تو ولید بن ولید،

مسلمہ بن ہشام، عیاش بن ابی ربیعہ، اور کنز و مسلمانوں کو مشرکین کے دست ظلم سے نجات عطا فرماوہ نہ تو کوئی تدبیر کر سکتے ہیں اور نہ ہی انہیں راستے کا پتہ ہے۔

نوٹ: پہلی حدیث کے بارے میں میزان الاعتدال وغیرہ میں یہ تصریح ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے لیکن فضائل کے باب میں اس پر عمل کیا جاتا ہے اور فتح القدر کتاب الجنائز میں امام کمال ابن الحما م فرماتے ہیں کہ وہ حدیث جو ضعیف ہو موضوع نہ ہو اس سے استنباط ثابت ہو جاتا ہے نیز اس حدیث کی تائید وہ حدیث کرتی ہے جسے حافظ ابو بکر بن ابی شیبہ نے مصنف میں روایت کیا ہے۔

اسود عامری اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔

صلوات مع رسول اللہ ﷺ الفجر فلما سلم انصرف ورفع یدیه ودعا۔
کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ صبح کی نماز پڑھی جب آپ ﷺ نے سلام پھیرا تو اپنا چہرہ مبارک پھیرا اور ہاتھ اٹھائے اور دعا فرمائی۔

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ ائمہ الحدیث نے یہ تصریح کی ہے کہ جب ضعیف روایت کے ساتھ ضعیف روایت مل جائے تو وہ سقوط کے درجہ سے بلند ہو کر معتبر ہو جاتی ہے امام نووی اربعین میں فرماتے ہیں کہ علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل جائز ہے۔

حافظ سیوطی اپنے رسالہ "فض الدعاء فی احادیث رفع یدین فی الدعاء" میں محمد بن یحییٰ الاسلمی سے روایت نقل کرتے ہیں انہوں نے کہا۔

راوی عبد اللہ بن الزبیر و رای رجلا رفع یدیه یدعو قبل ان یفرغ من صلاته فلما فرغ منها قال له ان رسول اللہ ﷺ لم یکن یرفع یدیه حتی یفرغ من صلاته۔

میں نے حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو دیکھا انہوں نے جب ایک شخص کو نماز سے فارغ ہونے سے پہلے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتے ہوئے دیکھا تو فارغ ہونے کے بعد آپ نے اس سے ارشاد فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ اس وقت تک ہاتھوں کو نہیں اٹھاتے تھے جب تک نماز سے فارغ نہ ہو جاتے تھے۔

امام بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں:

اتی رجل اعرابی من اهل البدو الى رسول الله ﷺ يوم الجمعة فقال
يارسول الله هلكت الماشية هلك العيال هلك الناس فرفع رسول الله
ﷺ يديه يدعو ورفع الناس ايديهم مع رسول الله ﷺ يدعون۔

کہ جمعہ کے دن اہل بدو سے ایک دیہاتی آئے اور اس نے عرض کی اے اللہ کے رسول
ﷺ چوپائے ہلاک ہو گئے، بچے ہلاک ہو گئے اور کئی لوگ ہلاک ہو گئے تو رسول اللہ نے دعا
کے لئے ہاتھ اٹھائے اور لوگوں نے بھی آپ ﷺ کے ساتھ دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے۔

☆☆☆.....☆☆☆.....☆☆☆

جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور شیخوپورہ کا

سالانہ جلسہ دستار فضیلت

بتاریخ:

25 جون 2011ء بروز ہفتہ بعد نماز عشاء

بمقام:

جامعہ نظامیہ رضویہ

نبی پورہ سرگودھا روڈ شیخوپورہ

میں منعقد ہوگا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

کہ بر قول ایمان کنی یا ”کنم“ خاتمہ

حضرت صاحبزادہ پیر سید نصیر الدین چشتی گولڑوی علیہ الرحمۃ
ذیل میں ایک حقیقی مضمون دیا جا رہا ہے جو حضرت سعدی شیرازی علیہ الرحمۃ کے ایک دعائیہ
مصرع پر مشتمل ہے اکثر علماء کرام وہ مصرع یوں پڑھتے ہیں ”کہ بر قول ایمان کنی خاتمہ“ جبکہ
صیغہ متکلم کا ”کنم“ پڑھنا چاہیے یوں بھی کتاب بوستان میں ”کنم“ ہی درج ہے۔ تفصیل
ملاحظہ فرمائیں۔ (ادارہ)

حضرت پیر صاحب فرماتے ہیں کہ دادا جان طباطبائی و فطین انسان تھے، چہرے کی صباحت
اور جسمانی وجاہت دیکھنے والے کو اپنی طرف کھینچ لیتی تھی۔ سادے سے سادے لباس میں بھی اُن
کی شخصیت اپنے ہونے کا ثبوت دیتی تھی۔
نرم مزاج اور انتہائی منکسر الطبع ہونے کے باوجود جب کسی بات پر جلال آجاتا تو ماحول جگر
مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے درج ذیل شعر کا مصداق بن جاتا۔

از چشم لرزاں لرزاں دو عالم
وز زلف برہم برہم نظامے

میں اُس دور میں گلستان بوستان پڑھ رہا تھا۔ ایک مرتبہ محبوب قوال کو میں نے کہا کہ تم سعدی
شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک شعر غلط پڑھتے ہو بلکہ جو لوگ بھی اس طرح پڑھتے ہیں وہ غلطی پر ہیں
شعریہ تھا:

خدایا بخت بنی فاطمہ
کہ بر قول ایمان کنم خاتمہ

مصرعہ ثانی میں ”کنی“ کی جگہ ”کنم“ پڑھا کرو۔ اُس نے مجلس میں ”کنم“ پڑھ دیا دادا جان
نے بلا کر پوچھا تو محبوب علی مرحوم نے میرا نام لے لیا کہ اُس نے یوں پڑھنے کو کہا۔

اگلے روز بیٹھک پر میری طبی ہوئی مجھ سے دریافت فرمایا کہ تم نے کنی کی جگہ کنم پڑھنے کو کہا
ہے؟ میں نے عرض کیا کہ جی ہاں! فرمایا کہ کتابوں میں تو کنی لکھا ہے میں نے عرض کی کہ میں نے
ایک قلمی نسخہ دیکھا تھا اُس میں کنم لکھا تھا اور یہ صحیح ہے فرمایا وہ کیسے؟ میں نے عرض کی کہ کئی فعل

مضارع ہے، جس کے معنی کرے یا کرے گا کے آتے ہیں۔ اگر اس طرح پڑھا جائے تو معنوی
سقم پیدا ہوتا ہے۔ فرمایا وہ کیسے؟ میں نے عرض کی کہ اس طرح یہ واضح نہیں ہوتا کہ یہ دعا کون کر رہا
ہے اور یہ کہ کس کا خاتمہ ایمان پر ہو یعنی مصرعہ ثانی میں ضمیر متکلم کا ہونا بے حد ضروری ہے جیسا کہ
اسی شعر کے بعد والے شعر کے مصرعہ اول میں بطور خاص ضمیر متکلم کو لایا گیا ہے:

اگر دعوتم رد کنی در قبول

من و دست و دامان آل رسول

فرمایا کہ ”کنم“ بھی تو فعل مضارع کے واحد متکلم کا صیغہ بنتا ہے اور انسان اپنا خاتمہ خود تو نہیں
کر سکتا میں نے عرض کی کہ یہاں ”کنم“ فعل مضارع کے واحد متکلم کا صیغہ بظاہر تو نظر آتا ہے مگر یہ
ہے نہیں فرمایا وہ کیسے؟ میں نے عرض کی کہ یہ اصل میں ”کن ام“ تھا ام ضمیر منفصل ہے جو کن فعل امر
کے بعد لگائی گئی۔ اس طرح مصرعہ ثانی کے معنی یہ ہوئے کہ میرا خاتمہ ایمان پر کر۔ فرمایا! میں یوں
نہیں مانتا، اس پر کسی استاذ کی تشریح کی سند پیش کرو۔ میں نے بوستان کا یہ شعر پڑھ دیا۔

تولائے مردان آں پاک یوم
برائشتم خاطر از شام و روم

میں نے مزید عرض کرتے ہوئے کہا کہ یہ شعر بھی سعدی علیہ الرحمۃ کا ہے اس کے مصرعہ ثانی
میں برائشتم کا صیغہ بظاہر ماضی مطلق کے واحد متکلم کا صیغہ معلوم ہوتا ہے مگر ایسا نہیں کیونکہ مصدر
کے معنی ابھارنے اور اٹھادینے کے ہوتے ہیں اصل میں یہ ماضی مطلق کے واحد غائب کا صیغہ ہے
یعنی برائشتم ہے۔ اس کے ساتھ ام ضمیر منفصل متکلم کی لگائی گئی اصل میں یہ ميم خاطر کے ساتھ لگتی
ہے۔ عبارت شعر یوں بنی کہ خاطر ام از شام و روم برائشتم۔ یعنی شیرازی سرزمین کی محبت نے میرا
دل شام اور روم کی زمین سے اٹھا دیا۔

دادا جان کو میری یہ تقریر پسند آئی کیوں کہ میں نے سعدی علیہ الرحمۃ ہی کا دوسرا شعر سند میں
پیش کر دیا تھا اس کے باوجود آعلیہ الرحمۃ نے مولانا اللہ بخش صاحب علیہ الرحمۃ جو درگاہ کی مسجد کے
پیش امام اور فارسی میں کافی ماہر تھے، کو طلب کر کے پوچھا تو انہوں نے میری تشریح کی تائید فرمائی
تب جا کر آپ مطمئن ہوئے اور مجھے شاباش دی اور میرے استاذ محترم مولانا فتح محمد صاحب مرحوم
کے سامنے یہ الفاظ فرمائے کہ میں نے آپ کے شاگرد کا امتحان لیا ماشاء اللہ وہ پاس ہو گیا۔

اسی طرح ایک مرتبہ موٹر میں پنڈی جاتے ہوئے فرمایا مولانا جامع علیہ الرحمۃ کا ایک شعر بچپن سے سنتا آ رہا ہوں مگر اُس میں ایک بات مجھے کھٹکتی ہے وہ یہ شعر تھا۔

رقم کہ خار از پاکشم محل نہاں شد از نظر

یک لحظہ غافل بودم و صد سال راہم دور شد

ترجمہ: میں گیا کہ اپنے پاؤں سے کائٹا کٹاؤں اتنے میں محل نظر سے غائب ہو گئی۔ میں ایک لمحہ کائٹا کٹاؤں میں غافل ہوا تو سو سال کا راستہ مجھ سے دور ہو گیا۔

دادا جان کا سوال یہ تھا کہ کائٹا کٹاؤں کے لئے کہیں جایا نہیں جاتا بلکہ جھک کر کٹا لٹا پڑتا ہے اور پھر مسافر چلنا شروع کر دیتا ہے۔ یہاں رقم کا لفظ صحیح نہیں ہے فرمایا کہ یہ سوال میں نے اچھے اچھے علماء و شعراء سے کیا، مگر کوئی خاطر خواہ جواب نہ ملا، میں نے ساری بات سن لی، اگلے روز جب آپ مجلس سے فارغ ہو کر گھر تشریف لا رہے تھے میں نے بڑھ کر سلام عرض کیا اور شعر کے بارے میں کچھ پیش کرنے کی اجازت چاہی فرمایا یوں۔ میں نے کہا کہ رقم کی جگہ ختم لگا دیا جائے تو آپ والا اعتراض رفع ہو جاتا ہے فرمایا کہ ختم مصدر تو سونے کے لئے بنا پڑھا ہے یہ ختم مصدر تم جھکنے کے معنی میں کہاں سے نکال لائے ہو اس پر اساتذہ کے کلام کی کوئی سند پیش کرو میں نے فارسی زبان کے مصادر پر مشتمل موارد المصا در جو ایک ضخیم کتاب تھی، پیش کر دی جس میں ناصر خسروؒ نے ایک مصرعہ میں اس مصدر کو جھکنے اور جھکے ہوئے کے معنی میں استعمال کیا تھا ناصر خسروؒ کا شعر درج ذیل ہے۔

امروز ہی ضعیف بنی این قامت خفته و نزارم

ترجمہ: یعنی تپتا ہوا جسم اور جھکا ہوا قد۔

آپ علیہ الرحمۃ نے جب ناصر خسروؒ کا یہ مصرعہ پڑھا تو مطمئن ہو گئے اور محبوب علی قوال کو بلا کر فرمایا کہ کل مجلس میں مولانا جاجی کا یہ شعر اُس طرح پڑھنا جس طرح تمہیں نصیر الدین بتائے گا چنانچہ محبوب کو میں نے ساری بات سمجھائی تو اُس نے اگلے روز مجلس میں رقم کے بجائے ختم پڑھا اس طرح آپ کا یہ اشکال دور ہو گیا۔

آپ علیہ الرحمۃ نے پنڈی جاتے ہوئے میری اس کوشش و کاوش کا تذکرہ میرے استاد محترم مولانا فتح محمد صاحب مرحوم کے سامنے بہ انداز تعریف و تحسین فرمایا: اس پر میرے استاد محترم

خوشی سے رو پڑے تھے یہ واقعہ مجھے کل کی طرح یاد ہے۔

ان دو تین واقعات کے ذکر کا واحد مقصد یہ ہے کہ دادا جان علیہ الرحمۃ محض رکی پیری یا شیخ نہ تھے بلکہ بلا کے سخن سنج و سخن فہم انسان تھے۔ طالب علموں سے ایسے سوالات کرنے کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ اگر وہ صحیح جواب دیں تو اُن کی حوصلہ افزائی کی جائے تاکہ اُن میں حصول علم کا مزید ذوق پیدا ہو اسی طرح وہ عربی زبان سے متعلق بھی بعض اوقات مجھ سے کچھ نہ کچھ دریافت فرماتے تھے تاکہ اُن کو اندازہ ہو سکے کہ میں پڑھنے میں کتنی محنت کر رہا ہوں ایسے بہت سے علمائے کرام جو اس وقت دور طالب علمی سے گزر رہے تھے جب بھی حضرت بابو جی علیہ الرحمۃ کو سلام کرنے حاضر ہوتے آپ یہ معلوم کر کے کہ طالب علم ہیں خصوصی شفقت فرماتے اور اسباق کے متعلق دریافت فرمانے کے بعد انہی کتب و فنون سے متعلق کچھ سوالات بھی کیا کرتے تاکہ ان میں شوق مطالعہ اور ذوق تحقیق مزید بیدار ہو اور بیان کرنے میں جھجک دور ہو۔

حضرت قاری محبوب علی لکھنوی علیہ الرحمۃ قرأت میں میرے استاذ تھے اور آٹھ لہجوں میں آپ نے مجھے مشق کر رکھی تھی حضرت بابو جی کو ایک لہجہ جس کا نام عشاقی تھا بہت پسند تھا وہ ہمیشہ اسی لہجہ میں خود بھی تلاوت قرآن کیا کرتے تھے تو اسی عشاقی لہجہ میں میرے استاد بعض اوقات کسی اور لہجہ میں محفل میں ختم خواجگان پڑھتے تھے تو اسی عشاقی لہجہ میں مجھ سے فرماتے کہ اس لہجہ کا کیا نام ہے مجھے پڑھنے کا حکم دیتے تو بابو جی علیہ الرحمۃ بعد میں مجھ سے فرماتے کہ اس لہجہ کا کیا نام ہے میں بتاتا تو فرماتے تم کوشش کیا کرو کہ عشاقی میں قرآن پڑھا جائے میں عرض کرتا کہ قاری صاحب طبیعت کے بہت سخت ہیں اُن کا حکم مجھے ماننا پڑتا ہے، چنانچہ رکوع پڑھنے کے بعد چار قل اور بقیہ ختم شریف میں عشاقی اور رسمی لہجہ میں پڑھا کرتا تھا جس پر بعض اوقات دادا جان آبدیدہ ہو جاتے تھے یہ ساری باتیں ذوق اور علم دوستی سے متعلق ہیں نہ اب وہ محفلیں رہیں، نہ وہ لوگ رہے اور نہ وہ ذوق محفل رہا۔ بس اب تو چلو چلاؤ کا دور ہے جسے ہر باشعور انسان دیکھتا بھی اور محسوس بھی کرتا ہے مگر خاموش ہے۔ بقول راقم!

نہ وہ دور میکدوں میں نہ وہ شور میکشوں کے

ذرا آنکھ میں نے جھپکی تو بدل گیا زمانہ

(بقیہ صفحہ نمبر 4 پر)

مجدد دین و ملت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ

علامہ سردار احمد سعیدی، مدرس جامعہ رضویہ فیاء العلوم راولپنڈی جب سے انسان نے اس کائنات ارضی پر قدم رکھا تب سے وہ محنت و عظمت کی شاہراہ پر محسوس ہے جب تک کائنات اور حیات کا رشتہ قائم ہے یہ سفر جاری رہے گا! ہزاروں برس پر پھیلی ہوئی انسانی تاریخ کو ایک نظر دیکھیں تو پتہ چلتا ہے کہ دنیا میں بڑے بڑے باکمال اور عظیم و فطین لوگ پیدا ہوتے رہے ہیں اور آئندہ بھی پیدا ہوتے رہیں گے! کہ بنانے والا قادر مطلق اور خالق کائنات ہے وہ جو چاہے کر سکتا ہے اس کی ہر تخلیق بے مثال ہے، لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ بعض خاص مواقع پر انسانی ضرورتوں کے پیش نظر اللہ رب العزت ایسے عظیم شاہکار پیدا فرماتا ہے جو انسانی ضرورتوں کو نہ صرف پورا کرتے ہیں بلکہ آنے والوں کے لئے بھی مثال اور قابل فخر بن جاتے ہیں!۔

اسلامی تاریخ کے افق پر نظر دوڑائیں تو چمکتے دھمکتے ستاروں کی کتنی ہی لکھائیں نظر آتی ہیں "الحمد لله العظیم" انسانی تاریخ اور خصوصی طور پر اسلامی تاریخ باکمال اور عظیم لوگوں سے بھر ی پڑی ہے وہ باکمال لوگ جنہوں نے ہر دور میں ملت کی ناز کو بڑی سمجھداری سے سنبھالے رکھا۔ اللہ تعالیٰ ان پر رحمتیں نازل فرمائے۔

برصغیر پاک و ہند میں اللہ رب العزت مسلمانوں پر بڑا مہربان رہا ہے کیوں کہ ایک ہزار سال کے قریب اقتدار ان کے ہاتھ میں رہا، مسلمانوں کے دور میں ہندوستان اقتصادی پادشاہی کی وجہ سے اس خطے کو دنیا میں بڑا مقام حاصل تھا۔ شاہجہان کے دور میں دنیا کا سب سے امیر آدمی سورت (بھارت) کا رہنے والا ایک پارسی شخص تھا ایک وہ دور بھی تھا کہ جب دنیا بھر کے لوگ قسمت آزمائی اور مستقبل سنوارنے کے لئے ہندوستان کا رخ کرتے تھے اور کامیاب ہوتے ہندوستان کی اسی کشش کی وجہ سے مشہور جہازران کولمبس اندلس سے ہندوستان کو ہی تلاش کرنے نکلا تھا یہ الگ بات ہے کہ وہ ہند کے بجائے امریکہ جا پہنچا اس کی اس فطری کا خمیازہ آج ساری دنیا بھگت رہی ہے۔

ہندوستان میں جن عظیم مسلم ہستیوں نے جنم لیا ان نابغہ روزگار ہستیوں میں ایک امام احمد رضا خان بھی ہیں علم کی روشنی سے منور یہ ستارہ سرزمین ہندوستان میں چمکا اور سارے عالم کو خیرہ کر گیا! جدید و قدیم علوم پر یکساں مہارت رکھنے والے بہت سی خوبیوں، بیسیوں علوم سے مرعق ایسے باکمال تاریخ میں خال خال ہی نظر آتے ہیں کسی شخص کے سامنے جب امام احمد رضا خان قادری

علیہ الرحمۃ کی شخصیت کا اجمالی تعارف پیش کیا جائے تو وہ حیران رہ جاتا ہے لیکن جب وہ آپ کی شخصیت سے مکمل طور پر آگاہ ہو جاتا ہے کہ ایک شخص جس میں علم کی طاقت بھی ہو عمل کی کثرت بھی ہو جو قدیم و جدید علوم پر یکساں مہارت بھی رکھتا ہو، جس میں تقویٰ کا حسن اور عجز و انکسار کا جمال بھی ہو، جو کردار کا غازی اور گفتار کا قاضی ہو، جس میں سلطانوں سادہ بدبہ اور فقیروں کی بے نیازی ہو، جو ہمتوں کا سکندر اور انداز کا قلندر ہو، جس میں جذبیوں کی ہدایت اور اتباع سنت کی شدت ہو، جو اطاعت خداوندی کا مصداق اور سنت مصطفیٰ ﷺ کا آئینہ ہوا جو سرتا پانچاویں رسول ﷺ میں ڈوبا ہوا ہوا جس کے سینے پر عشق نبی اور محبت رسول ﷺ کا متمتعہ خوش بختی سمجھا ہو جس کے ہاتھوں میں بدعت اور گمراہی کو کاٹنے والی تیز ترنگوار، سر پر محبوبیت خداوندی کا تاج ہوا اور جس نے ساری زندگی تحفظ ناموس رسالت کے تحفظ کے لئے وقف کئے رکھی ہو وہ امام احمد رضا خان قادری فاضل بریلوی کے سوا کوئی دوسرا ہو ہی نہیں سکتا!

امام الشافعیہ حسین بن صالح سے جب آپ کی حجاز میں ملاقات ہوئی تو اس عظیم آدمی نے آپ کے بارے میں فرمایا تھا اور بالکل ٹھیک فرمایا کہ (واللہ انی لاجد نور اللہ فی ہذا العین) اللہ کی قسم میں اس پیشانی میں اللہ کے نور کو لہراتے دیکھ رہا ہوں۔ انہوں نے جو پیش گوئی کی تھی وہ بالکل صحیح ثابت ہوئی امام احمد رضا خان نے انہوں اور غیروں سب سے اپنی عظمت کا لوہا منوایا۔

امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ کو اللہ تعالیٰ نے بہت نوازا اب تک آپ کے متعلق جو تحقیق ہو چکی ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ بچپن سے زائد علوم پر مہارت رکھتے تھے ان میں سے کچھ آپ نے باقاعدہ پڑھے تھے اور بعض خود اپنی کوشش سے سکھے تھے لطف کی بات یہ ہے کہ آپ نے تقریباً تمام علو پر کتب یادگار چھوڑی ہیں۔

آپ کی تصنیفات ایک ہزار کے لگ بھگ شمار کی گئی ہیں آپ نے زیادہ تر کتب لوگوں کی ضرورت اور اس وقت کے حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے لکھیں! ذرا دیکھئے تو کسی نے آذان میں انگوٹھے چومنے کے متعلق سوال کیا تو آپ نے جواب میں ۲۵۰ صفحات پر مشتمل کتاب (منہج العینین فی تقبیل الالبہا منہج) لکھ ڈالی نیا نیا نوٹ چلا تو آپ نے (کفیل الفقہ الفہم) لکھ ڈالی۔

مکہ مکرمہ میں علماء کرام نے سوالات کئے تو آپ نے کسی بھی کتاب کا سہارا لئے بغیر محض حافظہ کی بنیاد پر (الدولۃ المکیہ) لکھ ڈالی قادیانیوں کا فتنہ چلا تو ان کے خلاف سب سے پہلے

آپ ہی کا قلم چلا، فلسفہ پر آپ نے (الكلمة الملہ) لکھی، ایک امریکی پروفیسر کے رد میں (معین مبین) لکھی فقہی مباحث اور مسائل کے تو کیا کہنے آج کا سورخ حیران ہے اور آئندہ آنے والے اس سے بھی زیادہ حیران ہوں گے کہ ایک ایسا شخص کتنے محاذوں پر برسر پیکار ہا لیکن اتنی بہت سی مصروفیات کے باوجود جب قلم ہاتھ میں لیا تو کتابوں کے ڈیڑھ لاکھ دینے دیگر کتب کو چھوڑیں ایک فتاویٰ رضویہ کو بھی دیکھ لیں فقہ کا یہ انسائیکلو پیڈیا تحقیق و تدقیق اور مختلف النوع مسائل کا مجموعہ واقعی کمال کی چیز ہے اس ضخیم فتاویٰ کو دیکھنے والا حیران، خریدنے والا پریشان لیکن پڑھنے والا شادمان ہو جاتا ہے۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے جس دور میں لکھا اس دور میں کمپیوٹر نہیں تھا دور جدید کی بہت سی سہولیات نہ تھیں لہذا آپ کے دور اور آج کے دور کے محققین میں بڑا فرق ہے آج کمپیوٹر کا ایک بٹن دبانے سے حدیث و تفسیر اور فقہ کی سینکڑوں کتب سکرین پر آ جاتی ہیں لہذا آج کل کے محققین کا ان کے ساتھ مقابل ہو ہی نہیں سکتا! پھر آپ کی تحقیق ذاتی تھی اور آج کے بہت سے محققین کے لیے پوری ایک ٹیم ریسرچ کرتی ہے اور نام کسی اور کا چھپتا ہے۔

اعلیٰ حضرت کی تحقیقات کو جو بھی دیکھے آپ کو داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

عرب کے معروف عالم سید اسماعیل نے آپ کے چند فتوے دیکھے تو فرمایا۔

واللہ اقول و الحق انہ لو راہا ابو حنیفۃ نعمان لا قرت عنینہ و یجعل مولفہا من جملة الاصحاب۔

خدا کی قسم اگر ان فتووں کو امام اعظم ملاحظہ فرماتے تو ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جاتیں اور وہ لکھنے والے کو ضرور اپنے شاگردوں میں شامل فرما لیتے۔

یہ داد و تحسین اور یہ تمغہ امتیاز اعلیٰ حضرت کو ہی مل سکا اور آپ ہی کو زیبا ہے آپ نے قرآن مجید کا ترجمہ کنز الایمان کے نام سے تحریر فرمایا اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ ترجمہ ایمان کا خزانہ ہے اللہ تعالیٰ کی شان جلالت اور حضور ﷺ کی شان رسالت کا جو نمونہ آپ نے پیش کیا ہے شاید و باید اترجمہ کنز الایمان روح پرورد اور دل میں حسب مصطفیٰ ﷺ کی ترتیب پیدا کر دیتا ہے اعلیٰ حضرت کے ترجمہ کنز الایمان پر سعودی عرب میں پابندی لگا دی گئی تھی اور اس پابندی میں ایک اہم کردار ڈاکٹر رشید جالندھری نے ادا کیا پھر ایک وقت وہ بھی آیا کہ فتاویٰ رضویہ (جدید) کی پہلی تین جلدوں کی رونمائی کے موقع پر آواری ہوٹل لاہور میں ایک تقریب منعقد ہوئی تو انجی ڈاکٹر

رشید احمد جالندھری نے ترجمہ کنز الایمان کی انفرادیت پر پورا ایک مقالہ پڑھا اور تسلیم کیا کہ اس سے بہتر اردو میں اور کوئی ترجمہ نہیں لکھا گیا۔

قاری محمد ثوبان محترم جامعہ رضویہ ضیاء العلوم ۲۰۱۰ کے ماہ رمضان میں دعویٰ نماز تراویح میں قرآن پاک سنانے کے لیے گئے وہ بتاتے ہیں کہ حاجی رفیق پردیسی اعلیٰ حضرت کی کتب عربی میں ترجمہ کر کر علماء عرب میں تقسیم کرتے ہیں انہوں نے وہاں کے مشہور و معروف قلم کار سابق کمنشنر اوقاف دینی شیخ عیسیٰ مانع الحمیری کو بھی مرتبہ اعلیٰ حضرت کی کتب پیش کیں وہ ان کو اپنے پاس رکھ لیتے اور کوئی تبصرہ نہیں کرتے تھے حاجی صاحب فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ اعلیٰ حضرت کی بعض کتب لے کر ان کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ہمیں دیکھ کر وہ غصے میں آ گئے ہمیں حیرت ہوئی کہ پتہ نہیں کیا ہوا ہے جو اس قدر غصے کا اظہار کر رہے ہیں ہمیں پریشان دیکھ کر کہنے لگے کہ تم نے اس شخص (احمد رضا خان) کو کہاں چھپا کر رکھا ہے مجھے ایک سوال کا جواب چاہئے تھا لاہور میں چھان باریں لیکن جواب نہ مل سکا اور بالآخر جواب ملا تو امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ کی ایک کتاب سے ملا آئندہ ان کی جو بھی کتاب میسر آئے مجھے ضرور لا کر دینا میں اس نابغہ روزگار شخص کی ہر کتاب کو پڑھنا چاہتا ہوں!۔

سرفیاض الدین اعلیٰ حضرت سے عقیدت رکھتے تھے کہ آپ نے ان کے کئی لائٹل سوالات کو حل کیا تھا سرفیاض الدین کا شمار دنیا کے بڑے ریاضی دانوں میں ہوتا تھا آپ علی گڑھ یونیورسٹی کے وائس چانسلر تھے ایک مرتبہ اعلیٰ حضرت کے پاس آئے تو اعلیٰ حضرت نے ان کے سامنے اپنا ایک رسالہ رکھا جس میں دوائر، مثلث اور مربعات کی تفصیل درج تھی ڈاکٹر ضیاء الدین صاحب حیران ہو کر کہنے لگے کہ ہم نے یورپ کی یونیورسٹیوں میں تعلیم حاصل کی لیکن یہ چیز ہم کو وہاں بھی نہ مل سکی پھر پوچھا آپ نے یہ علم کہاں سے حاصل کیا تو آپ نے جواب دیا کہ والد صاحب سے چار چیزیں پڑھی تھیں جمع، تقسیم، ضرب اور تفریق۔ باقی سب اللہ کا کرم اور اس کی عطا ہے۔

جب آپ کا وصال ہوا تو مراد آباد میں مفسر قرآن مولانا نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ نے طلباء کو شہر میں اعلان کرنے کے لئے بھیجا اس دور کے مطابق طلباء ہر محلے اور علاقے میں پھیل گئے اور اعلان کرنے لگے کہ تاجدار ہند کا وصال ہو گیا ہے مخالف نظریات کے کچھ لوگوں نے یہ اعلان سنا تو فوراً رمد سے میں جا کر اپنے استاذ کو بتایا اور خوشی کا اظہار کیا جس پر ان کے استاذ نے غصے کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ اب تک دنیا کے سامنے احمد رضا خان علیہ الرحمۃ کو پیش کر کے ہم یہ دعویٰ کرتے تھے کہ ایک مسلمان ہی جامع العلوم ہو سکتا ہے یعنی بیسیوں علوم کا بیک وقت ماہر فقط ایک مسلم ہی ہو

سکتا ہے اب ان جیسا کوئی بھی نہیں رہا عالم اسلام کا اتنا بڑا نقصان ہوا ہے اور تمہیں اس کا احساس بھی نہیں ہے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قادری کو علم لوگار تھم پر بڑا عبور حاصل تھا فتاویٰ رضویہ کی ابتدائی جلدوں میں آپ نے اس کا کئی مسائل میں استعمال بھی کیا ہے میں چونکہ خود فتاویٰ رضویہ پر ریسرچ کرنے والی ٹیم کا حصہ رہا ہوں اور مجھے معلوم ہے کہ مفتی اعظم پاکستان استاذی حضرت مولانا عبد القیوم ہزاروی قدس سرہ نے فتاویٰ رضویہ کے اس حصے کا ترجمہ کرانے کے لیے پاکستان اور ہندوستان میں رابطے کے جو علم لوگار تھم پر مشتمل تھا لیکن کوئی شخص بھی ایسا نمل رکھا جو اس حصے کا ترجمہ کر سکے آپ کی کچھ تصانیف پٹنہ یونیورسٹی کے بعض پروفیسروں نے دیکھیں تو انہوں نے آپ کو ان الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا کہ اس شخص کو محض ذہین کہنا ظلم ہے یہ تو مجسمہ ذہانت ہے ایسی کمال کی تحقیق وہی شخص کر سکتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے وافر مقدار میں ذہانت اور فطانت سے نوازا ہو۔

افسوس آپ دور غلامی میں پیدا ہوئے اگر دور مسلم پیدا ہوتے اور سرکاری سرپرستی حاصل ہوتی تو آپ فقہ امت مسلمہ کے لیے کہیں زیادہ کامیابیاں حاصل کرتے اور آپ جدید تحقیق میں رازی، ابن سینا اور زہراوی کی صف میں کھڑے ہوتے کیا یہ حیرت کی بات نہیں کہ آپ نے اس دور کے معروف سائنس دانوں حتیٰ کہ آئین سائن کا بھی دلائل سے رد کیا ہے ایٹم کو توڑا جاسکتا ہے اسے آپ نے قرآن سے ثابت کیا ہے۔

امام احمد رضا خان بریلوی کی تحقیقات و تحریات کا بہت بڑا حصہ ان کاوشوں پر مشتمل ہے جو آپ نے ادب رسالت اور شان نبوت کے تحفظ کے لیے کی ہیں انگریز کی سازشوں اور ملت اسلامیہ کو کمزور کرنے کی منصوبہ بندی کے طور پر جب ہندوستان میں ایک طرف قادیانیوں کا فتنہ برپا تھا اور دوسری طرف شان رسالت میں تنقیص کی کوششیں عروج پر تھیں تو پورے ہندوستان میں ان کے مقابل جو آواز پوری توانائی سے گونج رہی تھی وہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری کی آواز تھی آپ کی لکار وہ تلوار تھی جو گرماہوں اور گستاخوں کے ہر وار کا جو گرماہوں اور گستاخوں کے ہر وار کا دندان شکن جواب تھی۔۔۔

یہ رضا کے نیزے کی مار ہے کہ عدو کے سینے میں غار ہے
کسے چارہ جوئی کا وارہ ے کہ یہ وار، وار سے پار ہے
اشرفی تھانوی کے ساتھ آپ کا مناظرہ طے ہوا آپ اور آپ کے احباب مناظرہ کے مقام پر
صحیح وقت پر پہنچ گئے مناظرے کا پہنچ بھی تھانوی صاحب کی طرف سے تھا اعلیٰ حضرت توشیح زطلیل

اور علوم و فنون کا چلنا پھرتا کوہ ہمالیہ تھے آپ کے سامنے آتا کون اور نکلتا کون؟ چنانچہ کئی گھنٹوں کے انتظار کے باوجود کسی کو آپ کے مقابلے میں آنے کی جرأت نہ ہو سکی!

امام احمد رضا خان قادری نے شان رسالت و ناموس رسالت کے تحفظ کے لیے دو طریقے اختیار کئے ایک تو آپ نے اپنے فتاویٰ اور تحریات کے ذریعے ہر انداز کی گستاخی چاہے وہ مصریحا ہو یا تاویلا ہو اور چاہے یعنی دینی کے کپیوٹلوں کے اندر بند ہو سب کے راستے میں ہمالیہ جیسی بلند پہاڑی دیوار کھڑی کر دی دوسرا آپ نے نعتیہ کلام اور ”سلام“ مصطفیٰ جان رحمت کی صورت میں حضور ﷺ کی شان میں ایسے شاندار قصائد پیش کئے کہ ان کی مثال ملنا مشکل ہے، وہ دن اور آج کا دن دنیا جہاں میں سلام رضا اور اعلیٰ حضرت کا نعتیہ کلام پڑھا جاتا ہے اور میرا عقیدہ ہے کہ محبت رسول ﷺ سے لبریز یہ نغمے اسی طرح گونجتے رہیں گے دنیا بھر کے مسلمانوں میں حضور علیہ السلام کی دو نعتیں سب سے زیادہ مقبول ہیں اور ہر مسلمان کے دل کی آواز ہیں ان میں سے ایک علامہ بوصری علیہ الرحمۃ کا قصیدہ بردہ شریف اور دوسرا سلام رضا ہے یہ اس بات کی دلیل ہے کہ بارگاہ رسالت میں آپ کا یہ کلام کس قدر مقبول ہے اعلیٰ حضرت کا یہ کلام جب الی مصر کو بھیجا تو ان پر وجد طاری ہو گیا یہی وجہ ہے کہ ان کے اردو نعتیہ کلام اور سلام کا مکمل عربی اشعار میں ترجمہ کر دیا ہے

آج اعلیٰ حضرت کو گزرے ایک صدی ہونے کو آئی ہے لیکن جیسے جیسے وقت گزر رہا ہے ان کے کام اور شخصیت پر پڑے ہوئے پردے اٹھ رہے ہیں کہیں ان کے ۳۳ جلدوں پر مشتمل انسائیکلو پیڈیا پر حیرت کا اظہار ہو رہا ہے کہیں ان کے ترجمہ کنز الایمان کی تعریف و توصیف میں زبانیں رطب اللسان ہیں کہیں ان کے بیسیوں علوم پر مہارت کا تذکرہ ہو رہا ہے اور کہیں ان کی ایک ہزار تصانیف پر تبصرے ہو رہے ہیں، ان کی شخصیت اور کام پر مقالے لکھے جا رہے ہیں، پاکستان، بنگلہ دیش، انگلینڈ، مارشس، امریکہ، مصر اور دنیا کے کئی ممالک میں اعلیٰ حضرت پر کام ہو رہا ہے آپ کی ایک ایک کتاب اور ایک ایک تحقیق پر بڑی بڑی ضخیم کتب اور مقالے منظر عام پر آرہے ہیں مولانا کوثر نیازی مرحوم، سید خورشید گیلانی مرحوم جیسے ادیب اور فخر پاکستان ڈاکٹر عبدالقدیر جیسے نابھہ روزگار آپ کو خراج تحسین پیش کر چکے ہیں!

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اے رب ذو الجلال تو اپنے حبیب لیبیب کے صدقے امام احمد رضا علیہ الرحمۃ پر بے حساب رحمتیں نازل فرما اور ان کے فیض کو تاقیامت جاری و ساری فرما۔

رزق حلال تلاش کرو اور بیکاری سے بچو!

تحریر: مولانا عبداللطیف رضوی

مسلمان پریشان کیوں ہے؟ مسلمان پیچھے کیوں ہے؟ مسلمان ذلیل کیوں ہے؟ اس کی سب سے بڑی وجہ مسلم نوجوانوں کی بیکاری ہے اور بچوں کی آوارگی ہے۔ دیکھا یہ جاتا ہے کہ مسلمانوں کے اخراجات زیادہ ہیں اور آمدنی کے ذرائع محدود بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ تاکہ برابر ہیں تو بے جا نہ ہوگا۔ اور خوب یاد رکھو بیکاری اور آوارگی کا نتیجہ ناداری ہے اور ناداری کا انجام قرضداری اور قرضداری کا انجام ذلت خواری ہے۔ اور یہ حقیقت ہے کہ ناداری مفلسی ہزاروں عیبوں کی جڑ ہے۔ چوری کرنا، ڈکیتی ڈالنا، بھیک مانگنا بد معاشی کرنا۔

غرض کہ بہت سی برائیاں اس کی شاخیں ہیں۔ مفلسی ایسی شے ہے کہ انسان سکون سے نماز تک بھی نہیں پڑھ سکتا۔ یعنی بیوی بچوں کا اور روٹی کپڑے کا غم عابد صاحب کو ملکوت کی سیر سے نیچے اتار لاتا ہے، آج کل تو خاص کر مسلمانوں کی بہت بڑی کمزوری یہ ہے کہ نماز پڑھتے نہیں، اور اگر پڑھتے بھی ہیں تو نماز کی نیت باندھتے ہی خیال پیدا ہوتا ہے کہ صبح بچے کیا کھائیں گے۔ اس لئے مسلمانوں کو چاہیے کہ بیکاری سے بچیں اپنے بچوں کو آوارہ نہ ہونے دیں اور جوانوں کو کام پر لگائیں، دوسری قوموں سے سبق حاصل کریں۔ دیکھو ہندوؤں کے بچے یا اسکول و کالج میں نظر آئیں گے یا کچھ نہ کچھ بیچتے ہوئے مسلمانوں کے بچے پتنگ اڑاتے نظر آئیں گے یا گیند بلا کھیلتے، دیگر قوموں کے نوجوان کچھریوں یا دفتر میں عمدہ عمدہ عہدوں کی کرسیوں پر دکھائی دیں گے یا تجارت میں مشغول نظر آئیں گے۔ مگر مسلمانوں کے جوانوں کا یہ حال ہے کہ فیشن اسٹیل اور عیش پرست ملیں گے یا بھیک مانگتے دکھائی دیں گے یا سینما ہال میں ملیں گے، یا بد معاشی کرتے نظر آئیں گے، سینما ہال مسلمانوں سے آباد، کھیل تماشوں میں مسلمان آگے آگے، جو شراب کی محفلوں میں مسلمان آگے، ناچ گانے میں مسلمان آگے، حرام کاموں میں مسلمان آگے، جھلسازی، تیز بازی، بیڑ بازی، جو بازی، غرض کہ ساری بازیاں اور ہلاکت کے اسباب مسلم قوم میں جمع ہیں۔ جو دین بد معاشیوں کو دنیا سے مٹانے آیا اس دین کے ماننے والے آج بد معاشیوں میں مصروف ہیں۔

ٹی وی کے مریض

ایک بیماری مسلمانوں کو اور لاحق ہے اور وہ ہے ٹی وی۔ اور یہ ایک ایسی بیماری ہے کہ گھر کے

سارے افراد اس کا شکار۔ بچے سے لے کر بوڑھے تک اور بہو سے لے کر ساس تک سبھی کام دھندہ چھوڑے بیٹھے رہتے ہیں انتظار قلم میں۔ قریب قریب ہر جگہ یہ بیماری پھیلی ہے۔ ذرا بھی غیرت نہیں ہے نادانوں کو، بہو بیٹا بیٹی سبھی ایک ساتھ مل کے بے حیائی کے تماشے دیکھتے ہیں۔

یقین کرو مسلمانو! کہ ہمارا زندہ رہنا اور ہم پر عذاب الہی نہ آنا صرف اس لئے ہے کہ ہم حضور سرور کائنات ﷺ کی امت میں ہیں۔ پچھلی قوموں نے گناہ چونکہ ایک ایک کئے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو ہلاک کر دیا تھا ہم ان سب کے برابر بلکہ ان سے بڑھ کر کرتے ہیں۔ شعیب علیہ السلام کی قوم کم تو لے کر مجرم تھی۔ لوط علیہ السلام کی قوم نے حرام کاری کی۔ لیکن دودھ میں سے مکھن نکال لینا، ولایت سبھی دیکھنا کر بچ دینا، اصلی رویوں کی جگہ جعلی چلا دینا، یہ ان کے باپ دادوں کو بھی نہ آتا تھا۔ لہذا مسلمانو! ہوش میں آ جاؤ! جلد کوئی حلال کاروبار شروع کرو۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”سب سے بہتر غذا وہ ہے جو انسان اپنے ہاتھوں کی کمائی سے کھائے، داداؤ علیہ السلام بھی اپنی کمائی سے کھاتے تھے۔“ (بخاری و مشکوٰۃ، باب الکسب)

حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ: ”طیب چیز وہ ہے جو تم نے اپنی کمائی سے کھائی اور تمہاری اولاد تمہاری کمائی ہے، یعنی ماں باپ اولاد کی کمائی کھا سکتے ہیں۔“ (ترمذی، ابن ماجہ)

حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ: ”حلال کمائی فرض کے بعد فرض ہے۔ یعنی نماز روزہ کے بعد کسب حلال فرض ہے۔“ (بیہقی)

حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ: ”رب تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس چیز کا حکم دیا ہے جس کا پیغمبروں کو دیا تھا کہ پیغمبروں سے فرمایا تھا:

ياايها الرسل كلوا من الطيبات واعملوا صالحا۔

اے پیغمبرو! حلال رزق کھاؤ، اور نیک عمل کرو۔

اور مسلمانوں سے فرمایا:

ياايها الذين امنوا كلوا من طيبات ما رزقناكم۔

اے مسلمانو! ہماری دی ہوئی حلال چیز کھاؤ۔

بعض لوگ ہاتھ پھیلا پھیلا کر گڑ گڑائیں مانتے ہیں اور جب مسجد سے باہر ہوتے ہیں تو جھوٹ اور غیبت کا ٹھیکہ لے لیتے ہیں بالخصوص دھندے میں تو سفید جھوٹ بولتے ہیں اور کہتے ہیں کیا کریں صاحب جھوٹ کے بغیر کام ہی نہیں چلتا۔ گا کہ سے جھوٹ بولنا ہی پڑتا ہے۔ ورنہ مال

ارے دینے والا اللہ تعالیٰ ہے افسوس ہے ایسے نادانوں پر۔ کاش یہ لوگ جانتے کہ جھوٹ کی کتنی برائیاں بیان فرمائی ہیں۔ حضور ﷺ نے اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن مجید میں اعلان فرمادیا کہ:

لعنة الله على الكاذبين۔

جھوٹوں پر خدا کی لعنت ہے۔

اور جھوٹ بولنے والے خدا کی رحمتوں سے محروم کر دیئے جاتے ہیں۔ اس لئے حلال رزق تلاش کرو، اور جھوٹ غیبت بہتان سے دور رہو، اگر ان چیزوں سے نہیں بچو گے تو تمہاری تجارت میں برکت کہاں سے ہوگی۔ اور حلال رزق نہیں کھاؤ گے تو تمہاری دعا کہاں سے قبول ہوگی۔

آقائے نامدار ﷺ نے فرمایا: ”ایک شخص لمبے لمبے سفر کرتا ہے، جس کے بال پراگندہ اور بدن گرد آلود ہے۔ یعنی حالت اس کی یہ ہے کہ جو دعا مانگے وہ قبول ہو۔ وہ آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر یارب یارب کہتا ہے دعا مانگتا ہے مگر اس کی حالت یہ ہے کہ اس کا کھانا حرام، اس کا پینا حرام، اس کا لباس حرام اور غذا حرام۔ پھر اس کی دعا کیونکر قبول ہو۔ (مکھوۃ شریف) یعنی اگر دعا قبول ہونے کی خواہش ہو تو حلال روزی اختیار کرو کہ بغیر اس کے دعا قبول ہونے کے تمام اسباب بیکار ہیں۔

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ: ”لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ آدمی پرواہ نہیں کرے گا کہ اس نے مال کو کہاں سے حاصل کیا ہے حلال طریقے سے یا حرام سے۔“

(بخاری مکھوۃ)

حضور ﷺ نے فرمایا: ”جو بندہ حرام مال حاصل کرتا ہے اگر اس کو صدقہ کرے تو قبول نہیں اور خرچ کرے تو اس کے لئے اس میں برکت نہیں، اور اپنے بعد چھوڑ کر مرے تو جہنم میں جانے کا سامان ہے۔“ (امام احمد)

یعنی مال کی تین حالتیں ہیں اور حرام مال کی تین حالتیں خراب ہی ہیں۔

مسلمانوں کو لازم ہے کہ ہمیشہ مال حرام سے بچتے رہیں کیونکہ حدیث شریف میں ہے کہ:

”جب مال حلال مال میں مل جاتا ہے تو مال حرام مال حلال کو بھی برباد کر ڈالتا ہے۔“ اس زمانے میں جو لوگ حلال حرام کی پرواہ نہیں کرتے یہ قیامت کی نشانیوں میں سے ایک

نشانی ہیں۔ بہر حال ایک مسلمان کے لئے حلال و حرام میں فرق کرنا فرض ہے۔ جیسا کہ آپ پہلے حدیث شریف میں پڑھ چکے ہیں۔ آپ کو کچھ ایسے لوگ بھی ملیں گے جو پیشہ ور بھکاری ہوں گے حالانکہ وہ چاہیں تو محنت مزدوری کر کے دو چار دس کو کھلا سکتے ہیں۔ ان کے پاس کوئی ایسی مجبوری نہیں ہوتی جو ان اور تندرست ہوتے ہیں یہ وہی ناکارہ لوگ ہوتے ہیں جو محنت و مشقت سے ڈرتے ہیں سارے لوگوں کی نظروں میں ذلیل و خوار ہوتے ہیں لیکن وہ اپنی سمجھ سے فخر روزگار ہوتے ہیں۔ ان نادانوں کو ذلت کی روٹی تو پسند ہے لیکن محنت کی روٹی پسند نہیں۔ غیرت والے مسلمان اپنی قوم کے فرد کو غیروں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے دیکھتے ہیں تو شرم سے سر جھک جاتا ہے لیکن انہیں کوئی رسوائی نہیں ہوتی ان سے اگر کہو کہ تمہیں بھیک مانگتے شرم نہیں آتی تم جو ان و تندرست ہوتم خود دوسروں کو کما کر کھلا سکتے ہو، تو فخر یہ انداز سے جواب ملتا ہے کہ ہے کہ کیسی شرم یہ تو ہمارا پیشہ ہے۔

کہاں تک ماتم کیا جائے ان نادانوں پر، میرے نزدیک وہ مسلمان جو صرف بیچ و بیع نماز پڑھے اور حلال کما کر کھائے اس کم ہمت سے افضل ہے جو قوی اور تندرست ہو کر وظیفہ پڑھا کرے اور بھیک کو ذریعہ معاش بنائے۔

اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”تین شخصوں کے سوا کسی کو مانگنا جائز نہیں۔ ایک وہ جو کسی مقروض کا ضامن بن گیا ہو اور قرض اس کو دینا پڑ گیا۔ دوسرا وہ جس کا مال آفتِ ناگہانی سے برباد ہو گیا۔ تیسرا وہ جو فاقہ میں مبتلا ہو گیا اس کے سوا کسی اور کو سوال کرنا حلال نہیں۔“

(مسلم شریف، مکھوۃ شریف)

ایک بار حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں ایک انصاری نے سوال کیا! سرکارِ دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ: ”تمہارے گھر میں کچھ ہے؟ عرض کیا صرف ایک کبیل ہے جس کو آدھا بچھا تا ہوں آدھا اوڑھتا ہوں اور ایک پیالہ ہے جس میں پانی پیتا ہوں۔ فرمایا: وہ دونوں لے آؤ وہ لے آیا سرکار نے مجمع میں خطاب کر کے فرمایا: اسے کون خریدتا ہے ایک شخص نے عرض کیا میں ایک درہم میں لیتا ہوں۔ دوسرے نے عرض کیا میں دو درہم نو آنے میں خریدتا ہوں، حضور ﷺ نے وہ دونوں اسی کو عطا فرمادیے۔ اور یہ درہم ان سائل صاحب کو دے کر فرمایا کہ ایک درہم کا غلہ خرید کر گھر میں ڈال لو اور دوسرے درہم کی کلبھاڑی خرید کر میرے پاس لاؤ پھر اس کلبھاڑی میں اپنے دستِ اقدس سے دستہ ڈالا اور فرمایا جاؤ لکڑیاں کاٹو اور بیچو اور پندرہ روز تک میرے پاس نہ آنا۔ وہ

انصاری پندرہ روز تک لکڑیاں کاٹتے اور بیچتے رہے، پندرہ روز کے بعد جب بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے تو ان کے پاس کھانے پینے کے بعد دس درہم یعنی پونے تین روپے بچے تھے اس میں سے کچھ کا کپڑا خریدا، کچھ کا غلہ۔ حضور ﷺ نے فرمایا محنت تمہارے مانگنے سے بہتر ہے۔“

حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ: ”جو کوئی بھیک نہ مانگنے کا ضامن بن جائے میں اس کے لئے جنت کا ضامن ہوں۔“ (نسائی، ابوداؤد)

میرا خطاب ان علماء کرام سے بھی ہے جو اکثر ناکارہ ہو جاتے ہیں محنت کا کام کرنے میں شرم محسوس کرتے ہیں کچھ کر نہیں سکتے۔ یہاں تک کہ اپنے ہی وضو کے لئے پانی لینا دشوار ہوتا ہے شاید وہ سرکار کی اس حدیث کو فراموش کر جاتے ہیں جو حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہ تم لوگوں سے کچھ نہ مانگو۔ عرض کیا بہت اچھا، فرمایا یہاں تک کہ اگر گھوڑے پر سے تمہارا کوڑا (چابک) گر جائے تو وہ بھی کسی سے نہ مانگو! (مکتوٰۃ)

اپنی عادت اتنی خراب نہیں کرنی چاہیے اور جان بوجھ کر مفلس نہیں بننا چاہیے ورنہ پھر اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جگہ جگہ تفریر کرنا اور بھیک مانگنا یہ اس لئے کہ اور کچھ کیا ہی نہیں ہوتا۔ پھر کچھ مکار مہذب بھکاری نکلتے ہیں جو دو نمبر کام کرتے ہیں جعلی کسی مدرسے کی رسید چھپوا لیتے ہیں اور چندہ کر کے اپنا پیٹ بھرتے ہیں۔ پس پردہ کام یہ کرتے ہیں بدنام علماء کرام ہوتے ہیں اور عوام بدظن ہوتی ہے۔ میں نے بہت سے ایسے لوگوں کو کہتے ہوئے سنا کہ اس زمانے میں اصلی اور نفی چندہ کرنے والوں کو پہچاننا بہت مشکل کام ہو گیا ہے کس پر اعتبار کیا جائے کس پر نہیں۔

دوستو! ایسا کام وہی لوگ کرتے ہیں جو مہذب بھکاری ہوتے ہیں جو صحیح معنوں میں عالم دین ہو گا وہ ایسا کام کر ہی نہیں سکتا۔ پیشہ ور واعظ اور علماء کرام کو بدنام کرنے والے مہذب بھکاری اعلیٰ درجہ کا واعظ کہہ کر جب آخر میں یہ کہہ دیں کہ بھائیو! میرے پاس کرایہ نہیں ہے میں مفلس ہوں میری مدد کرو، ان دولفقوں سے سارا واعظ بیکار ہو جاتا ہے۔ بھیک وہ کھنٹی ہے جو وعظ کے سارے نشے کو اتار دیتی ہے اور پھر مفلس کی بات کا کوئی وزن بھی نہیں ہوتا۔

اس لئے طریقہ مصطفیٰ کو اپنا شعار بنا لو ورنہ کوئی وقار نہیں ہو گا علاوہ رسوائی کے۔

طریق مصطفیٰ کا چھوڑنا وجہ بربادی

اسی سے قوم دنیا میں ہوئی بے اقتدار اپنی

انبیاء کرام اور صحابہ عظام کی زندگیوں کو اپنی نظروں کے سامنے رکھو۔ انبیاء کرام میں سے کسی نے نہ سوال کیا اور نہ ناجائز پیشے کئے ہر نبی نے کوئی نہ کوئی حلال پیشہ ضرور کیا۔

چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام نے اولاً کپڑا بننے کا کام کیا اور بعد میں آپ کھیتی باڑی میں مشغول ہو گئے اور ان کے علاوہ بھی بہت سے پیشے کئے، حضرت نوح علیہ السلام کا ذریعہ معاش لکڑی کا کام تھا، حضرت ادریس علیہ السلام نے درزی کا پیشہ کیا، حضرت ہود اور حضرت صالح علیہما السلام تجارت کرتے تھے اور یہ ایک ایسا پیشہ ہے کہ بعض روایتوں میں آیا ہے کہ رب تبارک و تعالیٰ نے رزق کے دس حصے کئے نو حصے تھے جو کوئی بچہ اور ایک حصہ ساری دنیا کو۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام جانور پالتے تھے اور ان کے دودھ سے معاش حاصل کرتے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے چند سال بکریاں چرائیں، حضرت داؤد علیہ السلام زڑہ بناتے تھے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام درختوں کے پتے اور زعفران بنانا کر گزر بسر کرتے تھے۔

حضور علیہ السلام نے بکریاں بھی چرائیں اور مال کی تجارت بھی فرمائی۔ غرض کہ ہر قسم کی حلال کمائی کرنا انبیاء کرام کی سنت ہے اسی لئے صحابہ کرام صرف نمازی ہی نہ تھے وہ مسجدوں میں نمازی بھی تھے، میدان جنگ میں بہادر غازی کچھری میں قاضی اور بازاروں میں اعلیٰ درجہ کے کاروباری، مدرسہ نبوی میں ان کی ایسی اعلیٰ درجہ کی تعلیم ہوئی تھی کہ وہ مسجدوں میں ملائکہ مقررین کا نمونہ ہوتے تھے مسجدوں سے باہر مدبرات امر کا نقشہ پیش کرتے تھے۔

اسی لئے مسلمانوں کو چاہیے کہ اپنے آپ کو اپنی زندگی کو انبیاء کرام و صحابہ عظام کے نقش قدم پر ڈھال لیں اور بیکاری اور دنیا کی نظروں میں ذلت و خواری سے بچیں اور کسب حلال اپنی عادت بنالیں کیونکہ جو کوئی شخص کمائی کے لئے نکلتا ہے تو اعمال لکھنے والے فرشتے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تیری اس حرکت میں برکت دے اور تیری کمائی کو جنت کا ذخیرہ بنائے اس دعا پر زمین و آسمان کے فرشتے آمین کہتے ہیں۔ کسب میں غربت و فقری سے امن ہے اور غریبی دنیا برباد کر کے جہان میں منہ کالا کرتی ہے اس لئے مسلمانو! ہوش میں آ جاؤ۔

نہیں تیرا نشین قصر سلطانی کے گنبد پر

تو شاہین ہے بسیرا کر پہاڑوں کی چٹانوں پر

☆☆☆.....☆☆☆.....☆☆☆

تربیت اولاد اور ماں کی ذمہ داریاں

ڈاکٹر فوزیہ فیاض، پرنسپل جامعہ النور، لاہور

جب رسول اکرم ﷺ نے ظلمت عرب کو نور اسلام سے منور کرنے کا آغاز کیا تو کفار مکہ نے آپ ﷺ کے راستے میں مشکلات و مصائب کے انبار لگا دیئے اور صدائے حق کو دبانے کے لئے سردھڑکی بازی لگادی جبکہ مدینہ طیبہ کے اکثر باشندوں نے بڑی صالح طبیعت پائی تھی، جب انہیں یہ خبر پہنچی کہ قریش کے قبیلہ میں ایک شخص توحید کی طرف بلاتا اور بت پرستی سے منع کرتا ہے تو اہل مدینہ کے نیک فطرت لوگوں کے قلوب متاثر ہونا شروع ہو گئے۔

چنانچہ ۱۱ ہجری میں قریباً 16 افراد نے اسلام قبول کیا اور دین اسلام کی تبلیغ شروع کردی ۱۲ ہجری میں بھی ۶ آدمی حلقہ بگوش اسلام ہوئے تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو مدینہ طیبہ میں ان لوگوں کے ہمراہ بھیجنا تاکہ وہ تبلیغ دین کا فریضہ سرانجام دیں۔ مدینہ طیبہ میں پہلے پہل جن لوگوں نے اسلام قبول کیا اس میں خاندان نجاری کی ”ام عمارہ“ بھی شامل تھیں۔ ہجرت نبوی کے تیسرے سال جب غزوہ احد پیش آیا تو حضرت ام عمارہ بھی اپنے شوہر اور دو بیٹوں عبداللہ اور حبیب کے ساتھ غزوہ احد میں شریک ہوئیں۔ آپ جنگ کے دوران بڑی بہادری سے مجاہدین کو مشکیزے میں پانی بھر بھر کر پلاتی تھیں، زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں اور ان کی دیکھ بھال کرتی تھیں۔ جب مجاہدین ایک دانستہ غلطی سے انتشار کا شکار ہوئے تو جنگ کا پانسہ پلٹ گیا۔ بظاہر جیتی ہوئی جنگ شکست سے دوچار ہوتی نظر آئی۔ اس گھڑی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کنتی کے چند جاٹاروں کے ساتھ کفار کی عظیم جماعت کے مقابلے میں تہارہ گئے تو ام عمارہ نے جھٹ سے مشکیزہ پھینکا، تلوار اٹھائی اور ڈھال سنبھال کر نبی کریم ﷺ کی حفاظت کے لئے کفار کے سامنے سینہ سپر ہو گئیں، چشم فلک نے دیکھا آغوش زمین بھی گواہ ہے اور یقیناً بنت رسول جنت کی سردار، جگر گوشہ بتول بھی تاقیامت اس خاتون پر فخر کرتی رہیں گی۔

ام عمارہ کو اپنی جان کی پرواہ نہیں تھی، چاروں طرف کفار کی فوجیں تھیں، ام عمارہ کو کسی تیر تلوار، نیزہ، برچھی کے لگنے کا ڈر نہیں تھا، انہیں اپنے دو بیٹوں کی فکر نہیں تھی، شوہر کی محبت آڑے نہیں آئی تھی اگر کوئی چیز اس وقت ان کے مد نظر تھی تو فقط ذاتِ مصطفیٰ ﷺ تھی۔

محمد کی غلامی دین حق کی شرط اول ہے

اسی میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے

ام عمارہ بڑی بہادری اور جرأت مندی سے عشقِ مصطفیٰ ﷺ کے جذبے سے سرشار کافروں کے دار کا مقابلہ ڈٹ کر کرتی رہیں، جیسے ہی کوئی کافر قریب آتا تو ام عمارہ اس کے وار کو روکتی اور کسی حملہ آور کو نبی ﷺ کے قریب نہ پھٹکنے دیتیں۔

رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”غزوہ احد میں ام عمارہ کو اپنے دائیں بائیں برابر لڑتے دیکھا“۔ غزوہ احد میں اچانک ایک بد بخت نے دور سے حضور ﷺ پر پتھر پھینکا جس سے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دو دندان مبارک زخمی ہو گئے، ابن قیمہ نامی کافر بھاگتا ہوا آیا اور تلوار کا تہہ وار کیا حضور ﷺ خود (لوہے کی ٹوپی) پہنے ہوئے تھے۔ ابن قیمہ کی تلوار خود پر پڑی اور اس کی دو کڑیاں نبی اکرم ﷺ کے رخسار مبارک میں دھنس گئیں، اور خون مبارک کی دھاریں بہنے لگیں یہ سب کچھ اچانک ہو گیا تھا۔

ام عمارہ نے جب یہ دیکھا تو بے تاب ہو کر بڑھیں اور ابن قیمہ کے وار کو اپنی تلوار سے روکا ابن قیمہ قریش کا ایک مشہور شہسوار تھا، لیکن ام عمارہ ذرا بھی نہ ڈریں اور بڑی بہادری سے ایک زوردار حملہ کیا، ابن قیمہ نے جوابی وار کیا جس سے ام عمارہ کے کندھے پر شدید زخم آیا لیکن ام عمارہ کی بہادری اور دلیری دیکھیے کہ کندھے پر شدید زخم کے باوجود مردانہ وار لڑیں یہاں تک کہ ابن قیمہ بھاگ گیا۔ ام عمارہ کا کندھا شدید زخمی ہو گیا تھا اور تیزی سے خون بہہ رہا تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے خود ان کے زخم پر پٹی باندھی اور کئی بہادر صحابہ کرام کا نام لے کر فرمایا: ”آج ام عمارہ نے ان سے بھی بڑھ کر بہادری دکھائی“۔ ام عمارہ نے عرض کی یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، مجھے جنت میں بھی آپ کا ساتھ چاہیے، جو اب نبی اکرم ﷺ نے بڑی محبت سے ان کے لئے جنت کی بشارت سنائی۔ اسی جنگ میں ام عمارہ کے فرزند عبداللہ بھی زخمی ہو گئے ام عمارہ نے خود ان کا زخم باندھا اور کہا: ”بیٹے جاؤ! جب تک دم میں دم ہے لڑتے رہو“۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ام عمارہ کو فرمایا: ”اے ام عمارہ! جتنی طاقت تجھ میں ہے کسی اور میں کہا ہوگی؟“

جنگ احد کے بعد ام عمارہ نے بیعت الرضوان، جنگ خیبر، غزوہ حنین اور فتح مکہ میں بھی شرکت فرمائی۔

قارئین کرام! ام عمارہ کی بہادری و دلیری اور جرأت مندی کی یہ مثال تاقیامت امت محمدیہ کی ہر عورت کے لئے مشعل راہ ہے، اسلام نے عورت کو جتنی عزت اور فضیلت دی ہے کائنات میں اس کی مثال نہیں ملتی کیا یہ کم ہے کہ ماں کے قدموں تلے جنت رکھ دی ہے، بیوی کے منہ میں لقمہ ڈالنے کو صدقہ قرار دیا۔ بیٹی کی پرورش پر جنت کی بشارت دے دی۔

رابعہ بصری سے کسی نے پوچھا اے رابعہ! مردوں کو جو مرتبے حاصل ہیں وہ عورتوں کو کیوں نہیں ہیں؟ کیا اس کی وجہ یہ نہیں کہ عورتیں ناقص العقل ہوتی ہیں تبھی تو وہ عورتوں کی گواہی ایک مرد کے برابر ہے۔ دوسرا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے منصب نبوت پر بھی مردوں کو سرفراز کیا اور اس اعزاز سے عورتوں کو محروم رکھا؟ رابعہ بصریہ نے جواب دیا بھائیو! کیا تم نے کبھی سنا ہے کہ کسی عورت نے آج تک خدائی کا دعویٰ کیا ہے یا انکار صرف مردوں کے حصہ میں ہی آیا ہے کہ انہوں نے خدائی تک کا دعویٰ کرنے سے گریز نہیں کیا۔ اور جتنے نبی، ولی، صدیق اور شہید ہوئے ہیں وہ عورتوں کے پیٹ سے ہی پیدا ہوئے ہیں، اور انہوں نے عورتوں کی گود میں ہی پرورش پائی ہے کیا یہ عورت کا کم مرتبہ ہے۔ اس پر تمام لوگ لا جوابہ ہو کے رہ گئے۔

قارئین کرام! اسلام نے اگر عورت کو عزت اور مقام بخشا ہے وہیں اس پر امت محمدیہ ہونے کے ناطے ذمہ داریاں بھی سونپی ہیں، اگرچہ آج جنگیں نہیں ہوتی لیکن کفر و باطل کی جنگ تو ہر دور میں جاری رہی ہے۔ ام عمارہ کی مثال کو سامنے رکھیں تو پتہ چلتا ہے کہ آج کی عورت نے اپنی پیدائش کا مقصد صرف گھربار، ذہنت و سنگھار ہی سمجھ لیا، یہ سچ ہے کہ گھر کی ذمہ داری، اولاد کی صحیح تربیت ایک ماں کی ذمہ داری ہے لیکن اگر غور کریں تو یہ کام تو جانور، چرند اور پرند بھی کرتے ہیں۔

اللہ رب العزت نے خانگی ذمہ داریوں کے ساتھ ہمیں امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی ذمہ داری بھی سونپی ہے۔ کیا بات ہے کہ دور نبوی میں تو صحابیات نے جہاں گھربار کی ذمہ داری سنبھالی وہیں قرآن حفظ کرتیں، تفسیر قرآن سیکھتیں، فقہی مسائل سمجھتیں، جہاں ضرورت پڑتی تو اپنی جان بھی راہ خدا میں پیش کرتیں۔ تاریخ ایسی باکمال خواتین سے بھری پڑی ہے۔ جنہوں نے اپنے حقیقی مقصد کو سمجھا اور پھر ان کے پیٹ سے ہی غوث پاک، بایزید بسطامی اور سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہم جیسے اولیا اور امام اعظم ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل جیسے فقیہان امت پیدا ہوئے۔

یہ سچ ہے جب امت مسلمہ مغرب کی چکا چوند اور عیش و عشرت کی دلدادہ ہوئی، قرآن و ہدایت

کا دامن اپنے ہاتھ سے چھوڑا تو دنیا پر حکومت کرنے والے مسلمان آج مغرب کے آگے کھٹول پھیلائے نظر آتے ہیں، مسلمان آج اپنا رعب و دبدبہ کھو چکے ہیں، ذلت اور پستی میں گرے ہوئے ہیں۔ اس ذلت اور پستی کی ایک بڑی وجہ آج خواتین کی اولاد کی تربیت میں غفلت بھی ہے آج کی ماؤں نے اپنی ذمہ داریوں میں صرف گھر..... اور اپنی زیب و زینت کو ہی شامل کر رکھا ہے۔ میں سمجھتی ہوں کہ امت مسلمہ کی اس ذلت اور پستی کی ایک وجہ مسلمان خواتین کی اپنی ذمہ داری سے غفلت بھی ہے۔ جب پہلے دور میں مائیں نمازوں کی پابندی کے ساتھ، شرم و حیا کا پیکر بن کر اپنے بچوں کو دودھ پلاتی تھیں تو وہ دودھ غیرت ایمانی کا خون بن کر بچوں کی رگوں میں دوڑتا تھا۔ پہلے مائیں بچوں کو کارٹون اور کیبل کے حوالے نہیں کرتی تھیں انہیں آغوش مادر میں جذبہ عشق رسول اور ایک سچے مسلمان غیور اور دلیر امتی بننے کا سبق دیا کرتی تھیں۔

ماں کو عمری میں ”ام“ یعنی اصل کہتے ہیں کیونکہ ماں بچے کی بنیاد ہے جن ماؤں کی گود میں بے شری اور فحاشی کے کانٹے بھرے ہوں، جو مائیں بے نمازی ہوں اور دین متین کی بنیادی تعلیمات سے بھی غافل ہوں ان کی گودیں تربیت کے لحاظ سے خنجر ہوتی ہیں اور خنجر زمین کاٹنے اور گھاس پھوس ہی اُگاسکتی ہیں ان سے گلاب کے پھولوں کی توقع بیکارو بے سود ہے۔

نفرتوں کے نصاب پڑھ کے محبتوں کی کتاب لکھنا

بڑا کٹھن ہے خزاں کے ماتھے پہ داستان گلاب لکھنا

حضور غوث پاک کی والدہ ماجدہ انہیں دینی تعلیم حاصل کرنے کے لئے گھر سے کچھ دینار دے کر تلقین کرتی ہیں کہ بیٹا جھوٹ نہیں بولنا، راستے میں ڈاکوؤں نے قافلے کو لوٹا اور بچے (حضور غوث پاک) سے پوچھا تیرے پاس کیا ہے؟ فرمایا میری ماں نے ۴۰ دینار میرے لباس میں ہی دیئے ہیں، ڈاکوؤں نے تلاشی لی اور حیران ہو کر کہنے لگے تو نے جھوٹ بول کر مال کیوں نہ بچالیا، غوث پاک فرمانے لگے میری ماں نے مجھے سچ بولنا سکھایا ہے، یہ سکر ڈاکوؤں کے سردار نے کہا ایہ بچہ اپنی ماں کا اتنا فرما نیردار ہے اور میں خداوند کریم کا اتنا نافرمان ہوں لہذا وہ ڈاکوؤں کا سردار نائب ہو گیا اور لوٹا ہوا تمام مال لوگوں کو واپس کر دیا۔

قارئین کرام! ہمارے معاشرے کی ماؤں نے بچوں کو اچھے افکار و اخلاق سے روشناس نہیں کروایا تبھی تو آج نوجوان نسل نہ صرف والدین کی نافرمان ہے بلکہ دینی تعلیم سے بھی بے بہرہ ہے انہوں نے غیر مسلم ناچنے گانے والوں کو اپنا آئیڈیل بنالیا اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کی سیرت

سے بلکہ ان کے ناموں سے بھی نا آشنا ہیں۔ آج کی نوجوان نسل کی اکثریت سیکولر ازم اور لبرل ذہنیت کی مالک ہے، دینی حیات اور غیرت ایمانی کا جذبہ آج منفرد ہو چکا ہے، مغربی میڈیا اور غیر مسلموں کی ثقافت اور تہذیب ہماری نوجوان نسل کی رگوں میں زہر بن کر سرایت کر گئی ہے۔ آج تعلیمی ادارے تعلیم دیتے ہیں کردار کی تربیت نہیں کرتے، آج کا معاشرہ حیدر ہے جان ہے، دینی قدر کی روح سے خالی استاد، شاگرد کو عشق رسول کا درس کیسے دے سکتا ہے؟

ماں کی گود بچے کی پہلی تربیت گاہ ہے، ہماری ماؤں کو آج ہوش سے کام لیتا ہے، ہمیں اپنی اولاد کو بنیادی دینی تعلیم دینی ہے انہیں صحابہ کرام کی سیرت بتانی ہے، عشق رسول کا درس ان کی گھٹی میں گھول کر پلاتا ہے، ان کے کردار کو سنوارتا ہے انہیں مسجدوں میں جانے کا عادی بناتا ہے ناموس رسول پر کٹ مرنے کا درس دیتا ہے، انہیں قرآن اور اہل بیت کی محبت سکھاتی ہے ہمیں خود بھی ام عمارہ کے نقش قدم پر چلنا ہے اور اپنی اولاد کو بھی اسی راہ پر چلانا ہے۔ آج جبکہ غاشی و عریانی کا دور دورہ ہے مسلمان ذلت اور پستی کے گڑھے میں گر چکے ہیں اس ظلمت و فرنگی میں مجھے امید کی کرن صرف اور صرف ”ماں“ ہی نظر آتی ہے۔ ”مجھے بہترین ماں دے دو میں تمہیں بہترین معاشرہ دوں گا“ یہ بات کسی مفکر نے کہی ہے لیکن رسول کریم ﷺ نے چودہ سو صدیاں پہلے ہی فرمادیا تھا: ”(ماں کی) گود سے لے کر گور (قبر) تک علم حاصل کرو۔

فاطمہ بنت رسول تیری عظمت کو سلام
تیری عظمت تیری رفعت اور سیادت کو سلام
درس جو نام نئی پر کھنے کا تو نے دیا
تیرے بیٹے کی شجاعت اور شہادت کو سلام
ام عمارہ میں کیوں نہ ناز تجھ پہ بھی کروں
احد میں نبیوں کے سرور کی حفاظت کو سلام
رابعہ بھری کو اللہ نے دیا وہ مرتبہ
تیرے رُتبے تیری شان تیری سعادت کو سلام

☆☆☆.....☆☆☆.....☆☆☆



جامعہ انوار شیخوپورہ میں طالبان کا قتل سزا کا نمونہ سورت ہاسٹل



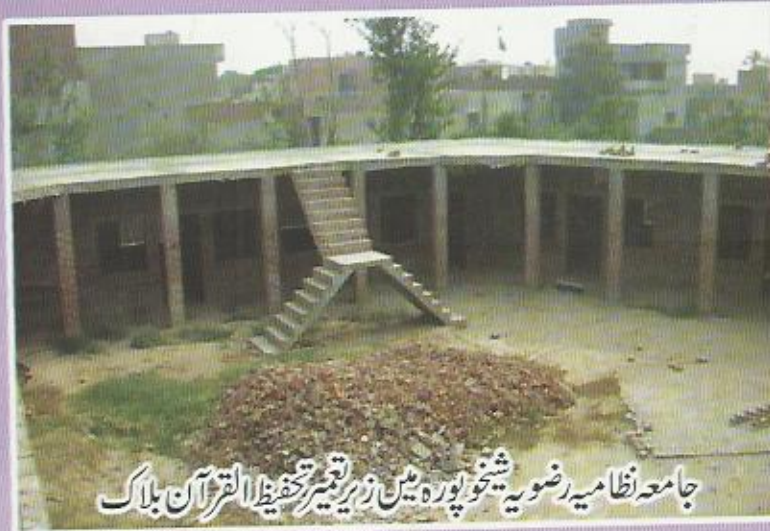
پیشہ آفیس جامعہ انوار شیخوپورہ میں لوہاری گرت لابی



ایڈمنسٹریشن بلاک میں واقع درگاہ میں سورت لابی اور قتل سزا کا نمونہ



جامعہ انوار شیخوپورہ میں قابل دیہات میں بلاک



جامعہ انوار شیخوپورہ میں زیر تعمیر تحفظ القرآن بلاک



جامعہ انوار شیخوپورہ میں درگاہ تحفظ القرآن بلاک